اللہ کے لیے وقت نکالیں وگرنہ......!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ، وَإِنْ لَا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ.)) (ترمذی، رقم الحدیث: ٢٤٦٦۔ ابن ماجہ: ٤١٠٧)

"بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے آدم علیہ السلام کے بیٹے! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی روک دوں گا۔ اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تجھے (دنیا میں) مصروف ترین (شخص) بنا دوں گا اور تیری فقیری و محتاجی بھی دور نہیں کروں گا۔"

حاصل مطالعہ

لوٹے

یہ لوگ نہایت گھٹیا کردار کے مالک اور بے پیندے لوٹے کی طرح فوراً اپنی بات سے پھر جانے والے تھے۔ قبیلہ بنو قینقاع میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ان کے ممتاز عالم دین تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند ایسے سوالات کیے جن کا جواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی دے نہ سکتا تھا۔ لہٰذا جب ان کی تشفی ہوگئی تو اسلام لے آئے۔

بعد از اں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ یہود ایک جھوٹی اور بہتان تراش قوم ہے اگر آپ تجربہ کرنا چاہیں تو انہیں بلوا کر میرے متعلق پوچھ لیجیے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلوایا وہ آئے تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فوراً گھر کے اندر چھپ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''تم میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کیسا آدمی ہے؟''

کہنے لگے: ''وہ ہمارا سردار، ہمارے سردار کا بیٹا، ہم سب سے زیادہ عالم، ہم سب سے زیادہ عالم کا بیٹا، ہم سب سے بہتر، ہم سب سے بہتر آدمی کا بیٹا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر وہ اسلام لے آئے تو پھر؟'' کہنے لگے: ''یہ ناممکن ہے۔''

اتنے میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ باہر نکل آئے یہودیوں سے کہنے لگے:

''یہودیو! اللہ سے ڈرو۔ تم جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور حق کے ساتھ آئے ہیں۔''

اب اسی مقام پر یہود کہنے لگے: ''تم جھوٹ بولتے ہو، تم سب سے بدتر اور سب سے بدتر آدمی کے بیٹے ہو۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کو باہر نکلوا دیا۔

فہرست

اداریہ

اسلام کی تعلیم

حافظ احمد شاکر

مؤرخہ ۲ مارچ ۲۰۱۱ء کو وفاقی حکومت کے ایک عیسائی وزیر شہباز بھٹی اسلام آباد کے ایک چوراہے پر دن دہاڑے سر عام قتل کر دیئے گئے، اس ناروا فعل کی جتنی مذمت بھی کی جائے کم ہے کہ یہ نہ صرف ایک بے گناہ پاکستانی شہری کا قتل ہے بلکہ یہ ایک ذمی کا قتل ہے ذمیوں کے حقوق شریعت اسلامیہ نے مقرر کر رکھے ہیں۔ پاکستان حدود، تعزیرات، انصاف اور ارکان اسلام کے نفاذ کی حیثیت سے کس قدر ''اسلامی'' ہے؟ یہ الگ معاملہ اور تفصیل طلب موضوع ہے لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ذمیوں سے حسن سلوک اور مراعات دینے کے ناطے سے پاکستان ضرورت سے زیادہ ہی اسلامی ہے۔ اسی سے آپ دیکھ لیں کہ ایک اسلامی قانون میں ترمیم کے لیے بنائی گئی کمیٹی کے چیئر مین آنجہانی شہباز بھٹی تھے جو کہ غیر مسلم تھے۔ یہ بھی غور طلب ہے کہ وطن عزیز ایک نظریاتی مملکت ہے اور مسلمانوں کا نظریہ اسلام ہے گویا کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے اس اسلامی مملکت میں امن و آشتی کے ساتھ شہروں، دیہاتوں اور قصبوں میں چرچ آباد ہیں، لبرل اور جاذب نظر عنوانات کے تحت انجیل کی تعلیم حاصل کرنے کی دعوت عام دی جاتی ہے۔ عیسائی مشنریوں کے ہسپتال عام ہیں جن میں کھلے عام علی الصبح عیسائی عبادات کا اہتمام کیا جاتا ہے...... مسلم و غیر مسلم...... مریضوں میں عیسائیت کا لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ وہ ظاہری سہولتیں ہیں جن سے عیسائی فیض یاب ہو رہے ہیں اور اندرونی طور پر مسلمانوں کو دنیاوی ترغیبات سے پھسلانا یا بہکایا جانا الگ ہے اس کے ساتھ ساتھ بعض عیسائی بھائی جو...... عموماً مذہبی تعصب کے بغیر...... اپنی کم علمی یا تربیت نہ ہونے کی وجہ سے نبی ﷺ کی شان میں دانستہ یا غیر دانستہ گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں ان کے ساتھ پاکستان کی حکومت، قانون اور عوام کا نرم رویہ بھی پاکستان اور اہل پاکستان کی ایسی رواداری کا مظہر ہے، جس کی مثال شاید نہ کسی عیسائی ملک میں ملے اور نہ ہی کسی ہندو...... بھارت، نیپال ...... حکومت میں کہ اس مقام پر انسانی حقوق کی دعویدار حکومتیں بھی ٹس سے مس ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے آنجہانی شہباز بھٹی کے قتل کی مسلمانوں کے ہر طبقے (علماء، عوام، سیاست دان، قانون دان) نے مذمت ہی نہیں شدید مذمت کی ہے۔ بلکہ اصحاب علم کے نزدیک ان کا قتل تو کسی مسلمان کے قتل سے بھی گھناؤنا ہے کہ یہ ہمارے ذمی بھائی ہیں جن کے حقوق کی ادائیگی کا حکم ہمارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ انعام کی آیت نمبر ۱۰۸ کا مفہوم یہ ہے کہ ''اے مسلمانو تم غیر اللہ کو گالی مت دو کہ اس کے جواب میں وہ لاعلمی کی وجہ سے تمہارے معبودِ برحق (اللہ تعالیٰ) کو گالی نکالیں گے۔''

پاکستان کے توہین رسالت ایکٹ میں جہاں تک ہمارا علم ہے تمام انبیاء علیہم السلام کی عظمت شان کی پاسداری کی گئی ہے کہ کسی بھی نبی کی شان میں جو بھی گستاخی کرے گا وہ اس قانون کی زد میں آجائے گا۔ کیا پاکستان کی حکومت کی یہ فراخ دلی نہیں کہ پاکستان میں توہین رسالت کے کسی مرتکب کو آج تک سزا نہیں دی جا سکی جبکہ بعض ملزمین یا مجرمین گرفتار بھی ہوئے ان پر عدالتوں میں مقدمات بھی چلے، جس کی پیروی پاکستانی وکلاء کے ساتھ ساتھ عیسائی ممالک کے نمائندے بلکہ سفارت کار بھی کرتے رہے لیکن پاکستان کی حکومت نے نہ کسی پاکستانی وکیل کو منع کیا اور نہ ہی کسی غیر ملکی نمائندے اور سفارت کار کو روکا نہ اس میں اڑچن ڈالی کہ یہ انصاف کے منافی اقدام ہوتا، جب کہ اس ملزم و مجرم کی جونہی کسی عدالت نے ضمانت لی انصاف کے یہ علم بردار اور انسانی حقوق کے چیمپئن اپنے ہم مذہب کو فوراً کسی عیسائی ملک میں نکال لے جاتے رہے۔

دوسرے پہلو سے دیکھا جائے ہمارے علم کے مطابق نہ صرف پاکستانی مسلمان بلکہ دنیا کے کسی ملک میں کسی مسلمان نے کسی بھی نبی کی شان میں شاید ہی کبھی گستاخی کا ارتکاب کیا ہو اس لیے کہ یہ اسلام کی تعلیم ہے اور اسلام امن و سلامتی ہی کا دین ہے اور یہ امن و سلامتی مسلمانوں کو ان کے دین نے بتائی اور نبی ﷺ کی زندگی کے عمل یعنی اسوۂ حسنہ نے سکھائی ہے کہ آپ نے مکی زندگی میں کفار کا نہ صرف ہر ظلم و ستم برداشت کیا بلکہ ہر تکلیف پہنچانے والے کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی اور فتح مکہ کے موقع پر ﴿لا تثریب علیکم الیوم﴾ فرما کر عام معافی کا اعلان فرما دیا اور حجۃ الوداع کے موقع اپنے قبیلے کا خون معاف کرنے کا اعلان فرما کر عملاً رحمۃ اللعالمین ہونے کا نقش تاریخ عالم پر ثبت فرما دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

تیسرا پہلو یہ ہے کہ پاکستان میں ہندو، سکھ، عیسائی بلکہ چند یہودی بھی قیام پذیر ہیں۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ پاکستان میں پاکستانی حکومت یا اہل پاکستان نے ان غیر مسلموں پر کبھی ظلم وزیادتی کا ارتکاب نہ کیا اور نہ ہونے دیا۔ ان شاء اللہ اس کی آپ کو ایک بھی دلیل نہیں مل سکے گی۔ کم وبیش چالیس پینتالیس سال قبل ضلع سانگھڑ و (سندھ) کا ایک واقعہ ہمارے علم میں 'اس وقت راقم الحروف وہاں موجود تھا' ہے کہ ہندو مسلمان کا وہاں جھگڑا ہو گیا تھا اس وقت بھی وہاں کے مسلمانوں نے ہندوؤں کی بھرپور حفاظت کی تھی۔

ریمنڈ ڈیوس کی وجہ سے پیدا ہونے والے حالات سے اب پردے اٹھنے اور اندھیرے چھٹنے لگے ہیں کہ امریکہ بہادر اور اس کی ایجنسیاں پاکستان میں کیا کیا گل کھلا رہی ہیں۔ اب سی آئی اے کے کارندوں اور اس کے ایجنٹوں کے کارنامے بھی عیاں ہونے لگے، اس کے اہداف اور طریق کار بھی طشت از بام ہونے شروع ہو چکے ہیں۔ اس کے کارندوں کی تعداد اور کرائے پر لیے ہوئے مکانات کی تعداد بھی افشا ہو رہی ہے، ان کو کھلے دل سے ویزوں کے اجرا کی تفصیلات بھی منظر عام پر آ رہی ہیں۔ اخبارات میں یہ بھی آ چکا ہے کہ امریکی اہل کار طالبان کا روپ دھار کر طالبان کی صفوں میں شامل ہو چکے ہیں اور ہر کارروائی کو طالبان کے ٹائٹل پر قبول کرنے کا اعلان کرنا بھی ان سے بعید از قیاس نہیں۔ یہ خبر بھی آ چکی ہے کہ ریمنڈ ڈیوس سے جو مختلف تعارفی...... ویزٹنگ...... کارڈ برآمد ہوئے ہیں ان میں اس کے نام بھی مختلف ہیں لیکن کسی کارڈ میں اس کے کسی سفارتی حیثیت کا تذکرہ بھی نہیں۔ لیکن ایک اہم انکشاف نے ہمیں حیران ہی کر دیا کہ جناب وزیراعظم نے امریکی وزیر خارجہ کے ایک دورے میں پاکستان میں امریکیوں کی آمد کو وطن عزیز کی وفادار ایجنسیوں کے NOC سے بھی مستثنیٰ قرار دلوا لیا تھا، ایسے ہی امریکیوں کو ویزے دلوانے میں وزیر داخلہ کی دلچسپی بھی اب ڈھکی چھپی نہیں رہی اخبارات کی خبروں کے مذکورہ بالا اختصار سے مقصود صرف یہ تھا کہ جو محبان ملک وملت بم دھماکوں اور خودکش حملوں میں کسی مذہبی گروہ کی شمولیت سے انکار کرتے رہے موجودہ خبروں نے ان کے خدشات کی تصدیق کر دی اللہ تعالیٰ ہمیں...... اگر ہم طلب اور کوشش کریں گے...... استقامت علی الحق بخشے یعنی ریمنڈ ڈیوس کیس میں عدالت کا فیصلہ تسلیم کے موقف پر قائم رہیں تو ان شاء اللہ بہت سے راز ہائے دروں پردہ ابھی مزید باہر آئیں گے۔

اپنے فہم کے مطابق سطور بالا کی گزارشات سے ایک بات واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ شہباز بھٹی کا قتل کم از کم مذہب کی بنیاد پر بالکل نہیں ہوا بلکہ طاغوت کی حسب روایت بڑے اور اہم مسئلے...... ایشو...... کو دبانے کے لیے نئے نئے فتنے پیدا کرنے کی روایت کا حصہ ہے۔ ریمنڈ ڈیوس کا مسئلہ چوں کہ اس وقت ملکی ہی نہیں غیر ملکی ذرائع ابلاغ پر بھی نمایاں ہو چکا ہے بلکہ اس کی طفیل دنیا میں امن کے سب سے بڑے داعی امریکہ کی حقیقت، سچ، جھوٹ، انصاف کے دعوے، انسانی حقوق کے نعرے، جمہوریت کی برتری اور انسانیت کی خیر خواہی کے سب پردے چاک ہو چکے ہیں۔ افسوس کہ دنیا کے بڑے بڑے فرعون یہ بات بھول جاتے ہیں کہ و مکرو و مکر ا الله و الله خير الماكرين یعنی انسان کی تدبیریں جہاں ختم ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر و تدبیر وہاں سے شروع ہو جاتی ہے۔

حیرانگی ہے کہ بعض لادین اور عمل گریز نام نہاد دانشور شہباز بھٹی کے قتل کو قانون ناموس رسالت سے جوڑنے کی کوشش کر رہے ہیں یہ اس لیے ناممکن ہے کہ کوئی مسلمان ایسا بہیمانہ قدم بغیر کسی مذہبی اشتعال کے نہیں اٹھاتا۔ آنجہانی کے بارے میں اخبار نویس حضرات کے کہنے کے مطابق ان سے اشتعال بھرا جملہ کبھی سرزد نہیں ہوا، اس لیے مذہب کی بنیاد پر کسی مسلمان کا مشتعل ہونے کا امکان کیسے ہو سکتا ہے ہاں یہ پڑھ کر حیرانگی ضرور ہوئی کہ قانون ناموس رسالت میں ترمیم نہ کرنے کا جناب وزیراعظم ایک سے زیادہ مرتبہ اعلان جب کر چکے ہیں اور مولانا فضل الرحمٰن اس کی شہادت بھی دے چکے ہیں اس کے باوجود جناب صدر نے شہباز بھٹی کو اسی نوع کے رابطے جاری رکھنے کا حکم کیوں دیا؟

---

۶ مارچ کے جنگ کے ادارتی صفحہ پر جناب ثروت جمال اصمعی کے ایک مضمون میں ''چالیس سالہ پرانے ریمنڈ ڈیوس کی گواہی'' کے عنوان پر ایک کالم پڑھنے کی چیز ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ کا یہ طریقہ واردات پرانا ہے جو اقتصادی بھنور میں گھرے مختلف ممالک میں وہ آزماتا رہتا ہے۔ انجام اس کا اگرچہ کی ذلت ونکبت اور شکست ہی کی صورت میں نکلتا ہے لیکن وہ ہے چوں کہ ڈھیٹ اس لیے امریکہ نے اب وہی طریقہ پاکستان میں شروع کر رکھا ہے 'یہاں بھی انشاء اللہ اس کا انجام وہی ہوگا، یہ طریقہ واردات سے لے کر ریمنڈ ڈیوس کی تصویر کشی تک وہی ہے۔ دلچسپی رکھنے والے قارئین کو وہ ضرور پڑھنا چاہیے۔

درس قرآن

قسط نمبر ③

تفسیر سورۃ الفاطر

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

الحمد للہ کہنا بہت بڑی نعمت:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس قدر انعامات سے نوازا ہے کہ انہیں حیطۂ شمار میں لانا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ (ابراهيم: ٣٤)

''اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو اسے شمار نہ کر پاؤ۔''

جب انعامات کا شمار وقطار ہی نہیں تو ان کی شکر گزاری کیوں کر ہوسکتی ہے؟ یہ انعامات تو شکم مادر سے آخری سانسوں تک بے شمار ہیں اس لیے ان کی شکر گزاری کا حق کیوں کر ادا ہوسکتا ہے۔ حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو أن رجلا يجر على وجهه من يوم ولد إلى يوم يموت هرما في مرضاة الله عزوجل لحقّر يوم القيامة. (مسند امام احمد، ج: ٤، ص: ١٨٥۔ الصحيحة: ٤٤٧)

''اگر کوئی شخص اپنی پیدائش سے بڑھاپے میں موت تک اللہ کی رضا کے لیے سربسجود رہے تو قیامت کے روز اسے بھی حقیر جانے گا۔''

اس لیے اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات کی شکر گزاری ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک سے ایک نعمت بڑی ہے۔

ایک طرف اگر ''نعمت نفع'' ہے جس میں صحت وسلامتی، مال واولاد، آسائش وآرام اور امن وامان ہے تو دوسری طرف ''نعمت دفع'' ہے کہ اپاہج نہیں بنایا، محتاجگی اور درماندگی سے بچایا ہے۔ مخالفوں کی مخالفت اور حاسدین کے حسد سے محفوظ رکھا ہے، اس کے ساتھ [1] ایمان وعمل صالح کی توفیق، زبانِ ذاکر اور قلب شاکر کی نعمت بخش کفر وضلالت سے محفوظ فرمایا ہے تو قدم قدم پر ان نعمتوں کے احساس سے انسان بے خود ہوکر پکار اٹھتا ہے۔

بے لطف تو من قرار نتوانم
احسان تو شمار نتوانم کرد
گر بر تن من زبان شود ہر موئے
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

حضرت بشر حافی نے منصور ابن عمار رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حوالے سے لکھا تو انہوں نے جواباً خط لکھا:

يا اخي فقد اصبح بنا من نعم الله ما لا نحصيه في كثرة ما نعصيه فلقد بقيت متحراً فيما بين هاتين لا ادري كيف أشكر بجميل ما نشر أو قبيح ما ستر. (ذكر اخبار اصبحان، ج: ١، ص: ١٧٤۔ عدة الصابرنين، ص: ١٤٥)

''اے بھائی! ہم اپنی با کثرت نافرمانیوں کے باجود اللہ کی دی ہوئی بے شمار نعمتوں سے صبح کرتے ہیں، میں تو ان دو باتوں پر حیران ہوں، نہیں سمجھ پایا کہ کیسے شکر کروں کہ اللہ نے میری خوبیوں کو لوگوں میں عام کردیا ہے اور میری خطاؤں پر پردہ پوشی فرمادی ہے۔''

اللہ کی بعض نعمتوں کا تو انسان کو احساس ہی نہیں ہوتا۔ چند سال قبل یونان کے ''اوناس'' نامی تاجر کا اخبارات میں ذکر ہوا جو دنیا کی سب سے بڑی جہاز ران کمپنی کا مالک تھا۔ اور دنیا کے امیر ترین

(۱) امام سفیان بن عیینہ فرماتے ''لا الہ الا اللہ'' کی معرفت سب نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔ یہ کلمہ آخرت میں وہی اہمیت رکھتا جس طرح پانی کی دنیا میں اہمیت ہے۔ (عدة الصابرین: ۱۳۱)

انسانوں میں ایک وہ بھی شمار ہوتا تھا۔ اس سے انٹرویو لیا گیا تو اس سے پوچھا گیا آپ کی کوئی خواہش اس نے کہا ہاں ایک خواہش ہے مجھے ایک عارضہ ہے کہ میری پلکوں کے بند ہونے اور کھلنے کی صلاحیت مفقود ہوگئی ہے، ڈاکٹروں نے دیکھنے کے لیے پپوٹوں پر سلوشن لگا دیا ہے۔ پلکوں کو ان کے ساتھ چمٹا دیتا ہوں تھک جاتا ہوں یا سونا چاہتا ہوں تو پلکیں نیچے کرلیتا ہوں۔ اس کا کوئی علاج آج تک کوئی ڈاکٹر نہیں کرسکا۔ انٹرویو لینے والے نے پوچھا اگر یہ درست ہوجائیں تو کیا انعام واکرام دیں گے؟ اس نے کہا اپنی ساری دولت اور سارا اثاثہ دینے کے لیے تیار ہوں۔

(ہفت روزہ الاعتصام، ۲۱ جون ۲۰۰۲ء)

اس سے اندازہ کیجیے کہ اللہ کی ایک ایک نعمت کس قدر قیمت ہے۔ یہ روشنی، یہ ہوا جو ہمیں مفت میں حاصل ہورہی ہے۔ بجلی کے قمقموں اور پنکھوں کو چلانے کے لیے ہر ماہ کتنا خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اللہ کی ان بے شمار نعمتوں میں کسی ایک نعمت کا شکر بھی ادا نہیں ہوسکتا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا:

إلهی لو ان لکل شعرة منی لسانین یسبحانك اللیل والنهار والدهر ما وفیت حق نعمته واحدة. (عدة الصابرین، ص: ۱۲۸)

''میرے مولیٰ! اگر میری ہر بال کی دو زبانیں ہوں جو زندگی بھر صبح وشام تیری تسبیح بیان کریں تو تیری ایک نعمت کا بھی حق ادا نہیں ہوسکتا۔''

یہ سب نعمتیں بجا مگر اس نعمت پر ﴿الحمد لله ربّ العالمین﴾ کہنا اس نعمت سے بھی بڑی نعمت ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسی حوالے سے صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس دعا سے استدلال کیا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے بعد قومے کی حالت میں پڑھتے تھے:

اللهم ربنا لك الحمد، ملء السموات وملء الارض وملء ما شئت من شیء بعد، اهل الثناء والمجد، احق ما قال العبد وکلنا لك عبد لا مانع لما اعطیت، ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد.

''اے اللہ ہمارے ربّ تیرے لیے ہی سب تعریفیں ہیں آسمانوں کے بھرنے کے برابر، زمین کے بھرنے کے برابر، اور اس کے جس کے بھرنے کے بارے میں آپ چاہتے ہیں تعریف اور عظمت کے لائق آپ ہی ہیں۔ سب سے زیادہ حق جو بندے نے کہا اور ہم سب تیرے بندے ہیں۔ اے اللہ جو کچھ آپ دینا چاہیں اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جس کو آپ روک دیں اسے کوئی دے نہیں سکتا اور کسی دولت مند کو تیرے عذاب سے دولت مندی فائدہ نہیں دیتی۔'' (مسلم: ٤٧٧)

اس دعا میں ''احق ما قال العبد'' میں ''عبد'' سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اور یہ جملہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے۔ یعنی اصل کلام یوں ہے: ''الحمد احق ما قال العبد'' اور یہ حمد وثنا سب سے زیادہ حق ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (سورۃ فاتحہ) میں لازم قرار دیا، اور اسی بنا پر ہر خطبہ اور ہر ذی شان کام کا آغاز آپ الحمد سے کرتے تھے۔ (مجموع الفتاویٰ، ج:۱۴/۳۱۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما انعم الله علی عبد بنعمة فقال الحمد لله، الا کان ما أعطی افضل مما أخذ.

(ابن ماجه: ۳۸۰۵)

''اللہ تعالیٰ نے جس بندے کو کوئی نعمت عطا فرمائی تو اس نے اس پر الحمد للہ کہا۔ مگر جو نعمت اس نے حاصل کی اس سے یہ کلمہ حمد جو اسے عطا کیا گیا زیادہ فضیلت والا ہے۔''

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ الحمد للہ کا نعمت سے افضل

ہونا۔ اس میں نعمت سے مراد دنیوی نعمت ہے۔ جیسے صحت، رزق اور دفع ضرر ہے اور الحمد للہ دینی نعمت ہے۔ یہ دونوں نعمت ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کو اپنی نعمتوں پر حمد وشکر کی توفیق عطا فرمانا۔ دنیوی نعمتوں سے افضل ہے۔ کیوں کہ دنیوی نعمتوں کے ساتھ اگر اللہ کا شکر اوراس کی حمد وثنا نہ ہو تو یہ نعمت بڑی آزمائش بن جاتی ہے۔ چناں چہ حضرت ابوحازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كل نعمة لا تقرب من الله فهى بلية .

جونعمت قربِ الٰہی کا باعث نہیں وہ بڑی مصیبت ہے۔ اس لیے جب دنیوی نعمتوں پر حمد وشکر کی توفیق حاصل ہوتی ہے تو یہ نعمت شکر اس دنیوی نعمت سے افضل اور بہتر ہے اور اللہ کے ہاں محبوب ہے۔ اس لیے کہ اللہ اپنے شکر گزار اور حمد کار بندے سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ کے ہاں یہ بات بڑی پسندیدہ ہے کہ اس کا بندہ کھانا کھائے، پانی پیئے اور اس کا شکر کرے اور اللہ کی تعریف کرے جب انسان کی یہ حالت ہے کہ جب وہ جود وسخا کا مظاہرہ کرے تو لوگ اس کی تعریف کریں اور وہ اس تعریف کو اپنے مال ومتاع سے بہتر سمجھتا اور اس پر خوش ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب سے بڑے سخی اور سب سے بڑے جواد ہیں۔ اس کی جود وسخا پر جب اس کا بندہ اس کی حمد کرتا اور شکر بجا لاتا ہے تو وہ اسے پسند کرتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندے سے حمد وشکر کا تقاضا کرتے ہیں اور اس حمد وشکر کے نتیجہ میں مزید نوازشوں سے سرفراز کرنے کا حتی وعدہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حمد کا محتاج نہیں کوئی انسان اس کی حمد نہ بھی کرے وہ پھر بھی محمود ہے۔ لیکن وہ اپنے بندے کی طرف سے حمد وشکر کو پسند کرتا ہے۔ یہ اس لیے بھی کہ اس میں خود بندے کی فلاح وفوز کا راز ہے۔ اور یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ وہ اپنے بندے کی حمد وثنا کو اپنے بندے کی طرف ہی منسوب کرتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف کی، یہ بالکل اسی طرح جیسے اللہ تعالیٰ کسی کو مال ودولت سے نوازتا ہے۔ پھر اپنے بندوں سے قرض کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور اس قرض دینے یعنی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر اپنے بندے کی تعریف کرتا ہے حالاں کہ سب مال ومتاع کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(جامع العلوم والحكم، ج: ۲، ص: ۸۲،۸۳ ملخصاً)

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ''الحمد للہ'' کہنے کی نعمت، دنیا کی تمام نعمتوں سے افضل ہے۔ بلکہ حضرت بکر بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ما قال عبد قط الحمد لله الا وجبت عليه نعمة بقوله: الحمد لله ، فما جزاء تلك النعمة؟ جزاء ها ان يقول الحمد لله ، فجاء ت أخرى ، ولا تنفد نعم الله عزوجل .

(كتاب الشكر لابن ابى الدنيا، ص: ۱۷)

''جو انسان جب بھی الحمد للہ کہتا ہے اس پر الحمد للہ کہنے کی ایک اور نعمت لازم ہوگئی۔ اس نعمت کا کیا بدلہ ہے؟ اس کا بدلہ ہے کہ وہ پھر الحمد للہ کہے، یوں ایک اور نعمت حاصل ہوئی۔ اللہ کی نعمتیں ختم ہونے والی نہیں ہیں۔''

یعنی ادائے شکر پر ایک اور شکر لازم آتا ہے۔ کیوں کہ شکر کی توفیق بھی تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ پھر اس توفیق شکر پر پھر شکر۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الحمد للہ کہنا نعمت ہے اور جس نعمت پر الحمد للہ کہا جائے یہ بھی اللہ کی نعمت ہے اور بعض نعمتیں بعض سے مسابقت لے جانے والی ہوتی ہیں۔ مثلاً نعمت شکر، نعمت مال، نعمت جاہ واولاد وغیرہ سے بہتر ہے۔ (عدد الصابرين، ج: ۱۳۳)

رابطہ نمبر دارالحدیث جامعہ کمالیہ راجووال

دارالحدیث جامعہ کمالیہ راجووال سے متعلقہ کسی بھی حوالے سے رابطے کے لیے درج ذیل پی ٹی سی ایل (لینڈ لائن نمبر) استعمال کیجیے۔ 0444-870005 ۔ ای میل کے لیے درج ذیل ایڈریس ہے: darulhadees.rajowal@yahoo.com احباب نوٹ فرمالیں۔ شکریہ ...... (دارالحدیث راجووال)

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیو کرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: ما یکره من الشعر

ناپسندیدہ اشعار

۸۹۸ . عن عائشةَ رضی الله عنها، عن النَّبِيِّ ﷺ قالَ: ((إنَّ أعظمَ النّاسِ جُرْمًا إنسانٌ شاعرٌ يَهْجُو القبيلةَ مِنْ أسْرِهَا، وَرَجلٌ تَنَفَّى من أبيهِ.)) (صحیح)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک سب سے بڑا وہ مجرم ہے جو شاعر ہو پورے قبیلے کی ہجو بیان کرے اور وہ شخص ہے جو اپنے باپ کا انکار کرکے اپنا نسب بدل دے۔''

فائدہ: اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ ہجو کے اشعار مکروہ یعنی حرام ہوتے ہیں اور حرامی بننا برا ہوتا ہے جن شعراء کی عمر ہجو گوئی میں بسر ہوئی ہے ان کے حال پر بڑا افسوس ہے کہ ایک بار گراں اپنی پشت ناتواں پر اٹھایا ہے۔

باب: کثرة الكلام

کثرتِ کلام کا بیان

۸۹۹ . عن زيد بن اسلم قال: سمعتُ ابن عمرَ يقولَ: قدمَ رجلان من المشرقِ خطيبانَ على عهدِ رسولِ اللّهِ ﷺ، فقَامَا فتكلَّمَا، ثم قعَدَا وقامَ ثابتُ بنُ قيسٍ خطيبُ رَسُولِ اللّٰه ﷺ فتكلَّمَ، فَعَجِبَ النَّاسُ من كلامِهِمَا فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ، فقالَ: ((يا أيُّها النَّاسُ قُولُوا قَوْلَكُمْ، فَإنَّمَا تَشْقِيقُ الْكَلَامِ مِنَ الشَّيْطَانِ)) ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((انَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا.)) (صحیح البخاری)

''حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مشرق کی طرف سے دو خطیب آدمی آئے انہوں نے کھڑے ہو کر گفتگو کی پھر بیٹھ گئے۔ لوگوں نے ان کے کلام کو نہایت پسند کیا اور خوشی کا اظہار کیا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ کے خطیب ثابت بن قیس کھڑے ہوئے انہوں نے کچھ بیان کیا پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! ضرورت کے مطابق کلام کیا کرو؟ بات سے بات نکالنا شیطان کا کام ہے۔ پھر فرمایا کچھ بیان جادو کی طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔''

فائدہ: یہ حدیث دلیل ہے ذم بیان پر جو لوگ بڑے لفاظ ومقرر وحاضر جواب اور بسیار گو ہوتے ہیں وہ سب اس حدیث کے نیچے داخل ہیں اور یہ قول وفعل ان کا حرکت شیطانی ہے۔ نہ عمل ایمانی۔ (نواب صدیق حسن خاں)

۹۰۰ . أخبرني حميد أنه سمع أنساً يقول: خطبَ رجلٌ عند عمرَ فأكثرَ الكَلامَ، فقالَ عمرُ: إنّ كثرةَ الكَلام فى الخُطَبِ مِنْ شَقَاشِقِ

الشّيطان . (صحيح الإسناد)

''حمید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خطبہ پڑھا بہت زیادہ طویل کلام کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کثرت کلام، بات سے بات نکالنا شیطان کا کام ہے۔''

فائدہ: حدیث مرفوع میں قصر خطبہ وطول صلٰوۃ کو فقہ کہا ہے۔ اب خلاف اس کے خطبہ لمبا اور نماز مختصر ہوتی ہے لہٰذا اس کو عمل شیطان کہا ہے۔ والله المستعان

۹۰۱ . عن سهيل بن ذراع قال سمعت أبا يزيد ـ أو معن بن يزيد ـ أنّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ: ((اجْتَمِعُوْا فِيْ مَسَاجِدكُمْ، وَكلَّما اجْتَمَعَ قَومٌ فَلْيُؤْذُنُوْنِيْ)) فَأَتَانَا أَوَّلَ مَنْ أَتٰى فجلسَ فَتكلَّم متكلِّمٌ منّا، ثُمَّ قالَ: إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ الَّذِى ليسَ لِلحَمْدِ دُوْنَهُ مَقْصَدٌ، وَلا وَرَاءَهُ مَنْفَذٌ، فَغَضِبَ فقَامَ، فَتَلَاوَمْنَا بَيْنَنَا، فَقُلْنَا: أَتَانَا أَوَّلَ مَنْ أَتٰى، فَذَهَبَ إِلى مسجدٍ آخرَ فَجلسَ فِيهِ فأَتيناهُ فَكلَّمْنَاهُ، فَجاءَ مَعَنَا فقعَدَ فِيْ مجلسهِ أَوْ قريباً من مجلسهِ، ثمّ قالَ: ((الحَمْدُ للّٰهِ الَّذِى ما شَاءَ جَعَلَ بينَ يَدَيهِ، وما شَاءَ جعلَ خَلْفَهُ، وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا)) ثمَّ أَمرَنَا وعلَّمنَا . (حسن الإسناد)

''سہیل بن ذراع سے روایت ہے کہ میں نے ابویزید یا معن بن یزید سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنی مسجدوں میں جمع ہوجاؤ اور جب سب لوگ جمع ہوجائیں تو مجھ کو اطلاع کردینا سب سے پہلے آنے والا آیا اور بیٹھ گیا ہم میں سے ایک خطیب نے گفتگو شروع کی کہا سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے اس کی ذات کے سوا کوئی مقصد نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے آپ ناراض ہوگئے اور اٹھ کر چلے گئے ہم نے ایک دوسرے کو ملامت کی کہ آپ سب سے پہلے ہمارے پاس ہی آئے یہاں سے ناراض ہوکر چلے گئے اور دوسری مسجد میں جاکر بیٹھ گئے ہم وہاں گئے اور ہم نے آپ سے گفتگو کی پھر آپ ہمارے ساتھ آئے اور اپنی اس مجلس میں یا قریب اس مجلس کے بیٹھ گئے پھر کہا سب تعریف اس اللہ کی جس نے جو چاہا اپنے آگے کیا اور جو چاہا اپنے پیچھے کیا کچھ باتیں جادو کا اثر رکھتی ہیں۔ پھر آپ نے ہم کو حکم دیا اور ہم کو تعلیم دی۔''

باب: التمنی

کسی چیز کی خواہش کرنا

۹۰۲ . عن عائشةَ: أَرِقَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ: ((لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا مِنْ أَصْحَابِيْ يَجِيْئُنِيْ فَيَحْرُسُنِيْ اللَّيلَةَ)) إِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ السَّلَاحِ، فَقَالَ: ((مَنْ هٰذَا؟)) قِيْلَ: سَعْدٌ يا رَسُوْلَ اللّٰهِ، جِئتُ أَحْرُسُكَ، فَنَامَ النَّبِيُّ ﷺ حتّى سَمِعْنَا غَطِيْطَهُ . (صحيح البخاري)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کی نیند اچاٹ ہوگئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کاش کوئی مرد صالح میرے اصحاب میں سے آج رات آکر پہرہ دے کر میری حفاظت کا فریضہ انجام دے اچانک ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون ہے؟ عرض کیا میں سعد ہوں اللہ کے رسول میں یہاں آپ ﷺ کا پہرہ دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ پھر آپ ﷺ سو گئے یہاں تک کہ ہم نے آپ ﷺ کے خراٹوں کی آواز سنی۔''

فکر ونظر

قسط نمبر ② آخری

سیرت نبوی ﷺ اور تہذیبی کشمکش

ڈاکٹر خالد ظفر اللہ (ایسوسی ایٹ پروفیسر صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، سمندری)

آپ نے مسلمانوں کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جیسا سلامتی والا اسلام سکھایا ہے۔ اور ساتھ یہ بھی تلقین کی ہے کہ یہ تمہارا مخصوص ثقافتی شعار ہے تم نے اپنے اس ثقافتی شعار کو یہود ونصاریٰ کے لیے قطعاً پیش نہیں کرنا ہے۔

لا تبدؤا الیهود ولا النصاری بالسلام.

(صحیح مسلم، رقم: ٥٦٦١)

''یہود اور نصاریٰ کو سلام میں پہل نہ کیا کرو۔''

آپ ﷺ کو اپنے وضع کردہ کلچر کی کسی درجے میں بھی اہانت گوارا نہ تھی۔ بایں سبب غیر مسلم کے لیے السلام علیکم کہہ کر ملاقات کی اجازت نہیں دی گئی ہے کیوں کہ یہ اغیار کی ثقافت کا حصہ نہیں ہے بلکہ خاص مسلم ثقافت کی پہچان ہے۔

بوقت ملاقات ایک انسان کا دوسرے کی بڑائی کے آگے جھکنا انسانیت کی تذلیل ہے کہ بندہ خالق کی بجائے اپنے جیسے ایک دوسرے بندے کے آگے جھک رہا ہے، آپ ﷺ نے اپنی ثقافت میں اس ذلت سے انسانیت کو نکال کر برابری کے درجے میں ملنے کو رواج دیا اور فرمایا:

لا ینحنی الرجل للرجل. (سلسلة الاحادیث الصحیحة، ج: ۱، ص: ۲۵۰)

''کوئی آدمی دوسرے آدمی کے سامنے نہ جھکے۔''

اسی طرح عجمی طرز استقبال کو بھی آپ ﷺ نے ردّ کر دیا جس میں کسی بڑے کی آمد پر کھڑے ہونے کا رواج تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تقوموا کما یقوم الاعاجم.

(سنن ابی داؤد، رقم: ٥٢٣٠)

''تم عجمیوں کی طرح کھڑے نہ ہوا کرو۔''

اس استقبال میں بھی شرف انسانی پامال ہوتا تھا، آپ نے ایسے کلچر کو قطعاً فروغ دینا مناسب نہیں سمجھا اس لیے عجمی کلچر کی نفی کی۔ غیر اسلامی تہذیبیں اپنے علمبرداروں میں تکبر وغرور کو خوب پروان چڑھاتی ہیں ان کی چال ڈھال اور لباس فاخرانہ انداز کے عکاس ہوتے ہیں درحقیقت یہ کبر ونخوت کا وتیرہ اخلاقیات کی دنیا میں اخلاق رذیلہ میں شمار ہوتا ہے جب کہ آپ اخلاق فاضلہ کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق.

(الادب المفرد، رقم: ۲۷۳)

''میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔''

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے لباس اور چال ڈھال میں متکبرانہ رویے کی ہمیشہ حوصلہ شکنی کی اور فرمایا:

لا ینظر الله الی من جر ثوبه خیلاء.

(صحیح مسلم، رقم: ٥٤٥٣)

''اللہ اس کی طرف نہیں دیکھے گا جو تکبر سے کپڑے کو (ٹخنوں سے نیچے) لٹکاتا ہے۔''

نیز قرآن نے بھی نصیحت لقمان نقل کی ہے۔

﴿وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا﴾ (الاسراء: ۳۷)

''زمین پر اکڑ کر نہ چلو (اس طرح) نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکو گے اور نہ پہاڑ کی بلندیوں تک پہنچ سکو گے۔''

آداب خورد ونوش کسی کلچر کا اہم ترین حصہ ہوتے ہیں کیوں کہ آدمی کی پہچان کھانے کی میز پر ہوتی ہے۔آپ نے مسلم دستر خوان پر حلال اور طیب اشیاء سجانے کی اجازت دی ہے۔اس کے برعکس حرام اور خبیث اشیاء کی طرف ہاتھ بڑھانے کی قطعاً اجازت نہیں دی ہے یہی وجہ ہے کہ بلی یا چوہے، کتے یا سؤر کے غلیظ گوشت کبھی بھی مسلمانوں کے دستر خوان کی زینت نہیں بنے۔

علاوہ ازیں فرداً فرداً کھانے کی عربی ثقافت میں تکبر کی بو اور باہمی پیار ومحبت کا فقدان نظر آتا تھا۔اس لیے آپ نے مل کر کھانے کو باعث برکت قرار دیتے ہوئے اس کلچر کو رواج دیا۔ نیز میلے کچیلے ہاتھ منہ کے ساتھ کھانے پر جھپٹ پڑنے کی بجائے ہاتھ دھو کر، بسم اللہ پڑھ کر، اپنے سامنے سے اطمینان اور سکون کے ساتھ کھانے کا انتہائی مہذبانہ کلچر پروان چڑھایا۔کوئی بھی غیر اسلامی تہذیب آج تک اس مسلم ثقافت کا مقابلہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی طرح کچھ لوگ ترک یہودیت کے بعد اسلام میں داخل ہوئے سابقہ مذہبی اثرات کے تحت ہفتے کے دن کو متبرک گردانتے ہوئے اس دن کی تعظیم، رات کی رسم عبادت کی ادائیگی اور تورات کی چند آیتوں کے موافق عمل کرنے کی آپ ﷺ سے اجازت چاہی۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ﴾

(البقرة: ۲۰۸)

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔''

یعنی اسلام اپنے ساتھ تہذیب اغیار کی ذرا سی آلائش بھی گوارا نہیں کرتا بلکہ دوٹوک ثقافتی جنگ کا اعلان کرتا ہے۔

آپ ﷺ نے یہودیوں کے متبرک دن ہفتے اور عیسائیوں کے متبرک دن اتوار کو چھوڑ کر اپنے لیے جمعہ کے دن کو پسند فرمایا یعنی ہفتہ وار مذہبی عبادت کے لیے دوسرے مذاہب کے طور اطوار اپنانا تو دور کی بات ہے آپ نے دن کی مماثلت بھی گوارا نہیں کی بلکہ جگہ جگہ ثقافتی ٹکر مول لی۔اغیار کی اجارہ داری کے سامنے یا اپنی رواداری کے نام پر ثقافتی جنگ میں قطعاً نرم رویہ نہیں دکھایا بلکہ خواہ معاشرتی روایات ہوں چاہے مذہبی رسومات ہر جگہ اپنے عقیدے کی بنا پر سلامتی والی روایات اور خالص عبادات پر مبنی ثقافت کو ترویج دی۔صحیح بخاری میں ایـام الجاهلية کا باب باندھ کر اس ٹکراؤ کی امام بخاری نے بھی نشان دہی کی ہے۔(صحيح البخاری، كتاب مناقب الانصار، باب ايام الجاهلية، ص: ۳۱۱)

نماز کے لیے اعلان یا بلاوے کے حوالے سے جب آپ ﷺ کے سامنے نرسنگا کی تجویز رکھی گئی تو آپ نے اس کو ناپسند فرمایا کہ یہ یہود کا کام ہے۔اس کے بعد ناقوس کی تجویز سامنے آئی تو آپ ﷺ نے اسے بھی نصاریٰ کا کام کہہ کر ناپسند قرار دیا۔(سنن ابی داؤد، ص: ۱۲۵۹۔۱۲۶۰)

ثقافتی جنگ یہاں بھی جاری تھی اور آپ ﷺ اہل کتاب سے عبادت میں کسی طور مشابہت برداشت نہیں کرتے تھے۔اہل کتاب کا قبلہ پسند نہیں رہا بلکہ یہاں بھی تبدیلی ضروری جانی اور بار بار اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے بیت اللہ کو قبلہ ٹھہرائے جانے کی التجا میں ثقافتی جنگ کی روح کارفرما نظر آتی ہے۔ بالآخر یہود ونصاریٰ کے قبلے کی بجائے اپنی پسند کے قبلے کی طرف رخ کرنے کی اجازت مل گئی۔

(البقرة: ۱٤٤)

غیر اسلامی تہذیبوں سے مذہبی مشابہت پیغمبر انقلاب ﷺ کے مزاج کے خلاف تھی۔اس لیے اوقات عبادات بھی الگ مقرر کیے اور اغیار کے اوقات عبادت مثلاً طلوع آفتاب وغروب آفتاب کے وقت عبادت ممنوع قرار دی۔(صحيح مسلم، ص: ۱۹۳۰)

طریق عبادت میں بھی ثقافتی ٹکراؤ جگہ جگہ نظر آتا ہے ایک آدمی کو بائیں ہاتھ پر ٹیک لگائے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ کر آپ ﷺ نے منع فرماتے ہوئے کہا: انهـا الصلوة اليهود . (مسند احمد، رقم: ٥٩٣٦) ''یہودی ایسے نماز ادا کرتے ہیں۔''

اسی طرح یہود کی مخالفت کرنے کا حکم دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

خالفوا الیھود فانھم لا یصلون فی نعالھم ولا خفافھم . (سنن ابی داؤد، ص: ۱۲۷۱)

''یہود کی مخالفت کرو کیوں کہ وہ جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔''

نماز کے بہت سے مسائل کی طرح روزے کے بارے میں بھی مخالفت والا رویہ ظاہر وباہر ہے۔سحری کو اپنے اور اہل کتاب کے روزہ کے درمیان فرق قرار دے کر روزے کے آغاز سے ہی مخالفت کی بنیاد رکھی اور فرمایا:

فصل ما بین صیامنا وصیام اھل الکتاب اکلة السحور . (صحیح مسلم، رقم: ۲۵۵۰)

''ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں فرق سحری ہے۔''

آپ نے روزے کی افطاری میں یہودی ونصاریٰ کی مخالفت میں تعجیل کو اظہار دین کا سبب قرار دیا ہے۔یعنی جب تک مخالفت برقرار رہے گی افطاری بلاتاخیر ہوگی۔مسلمان غالب رہیں گے۔اس کے برعکس اگر مخالفت ترک کریں گے افطاری میں تعجیل کی بجائے احتیاط کے نام پر تاخیر در کر آئے گی تو غلبہ دین باقی نہیں رہے گا۔حدیث نبوی ﷺ کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

لا یزال الدین ظاھرا ما عجل الناس الفطر، لان الیھود والنصاریٰ یؤخرون .

(سنن ابی داؤد، رقم: ۲۳۵۳)

''جب تک افطاری جلدی کرتے رہو گے دین ہمیشہ (قائم) رہے گا کیوں کہ یہود ونصاریٰ تاخیر کرتے ہیں۔''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہفتے اور اتوار کے دن اکثر روزے رکھا کرتے تھے اور فرماتے کہ یہ مشرکوں کی عید کے دن ہیں اور میں ان کی مخالفت کرنا پسند کرتا ہوں۔

انھما عید المشرکین فانا احب ان اخالفھم .

(صحیح ابن خزیمه، ج: ۳، ص: ۳۱۸، رقم: ۲۱۶۷)

''یہ مشرکوں کی عید کے دن ہیں میں اس میں ان کی مخالفت کو پسند کرتا ہوں۔''

نماز اور روزے کی طرح حج میں بھی اغیار کی مخالفت کا رجحان جاری ہے۔مشرکین عرب حج پر عرفات سے قبل از غروب آفتاب چل پڑتے تھے اور مزدلفہ سے بعد طلوع آفتاب روانہ ہوتے۔آپ نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے عرفات سے بعد از غروب آفتاب اور مزدلفہ سے قبل از طلوع آفتاب کا اسلامی طریقہ جاری کیا۔

(صحیح البخاری، رقم: ۳۸۳۸)

سیرت نبوی کا تفصیلی مطالعہ ایسے بہت سے امور سامنے لاتا ہے۔جن میں آپ ﷺ نے ثقافتی جنگ لڑی۔چند روایات کی نشاندہی کی جاچکی ہے کیا یہ ساری مخالفت، مخالفت برائے مخالفت کی سوچ کے تحت تھی یا اعلیٰ اخلاقی اقدار اور بہترین تہذیبی روایات کے فروغ کی خاطر تھی؟ حقیقت یہ ہے کہ اس مخالفت کا سبب غیر مسلم تہذیبی روایات کا شر تھا یا پھر ان روایات کا کفر کا نمائندہ ہونا تھا ورنہ اسلام کا یہ مزاج قطعاً نہیں ہے کہ مخالفت کے نام پر ہر اچھائی کی بھی برائی کے ساتھ مخالفت کرتا چلا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ تہذیب اسلامی کے بالمقابل اس دور کی دیگر تہذیبیں اعلیٰ تعلیمات اور بہترین تہذیبی روایات میں مقابلہ کرنے سے قاصر تھیں۔علاوہ ازیں اسلامی تہذیب میں زندگی کے ہر میدان میں جدت اور ترقی کی گنجائش موجود ہے۔اپنے غلبے کے دور میں تہذیب انسانی کے ارتقاء میں اسلامی تہذیب نے بھرپور کردار ادا کیا۔حتیٰ کہ مغربی دانش وروں نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔آج بھی اسلامی تہذیب میں یہ صلاحیت باقی ہے۔صرف اس تہذیب کے ماننے والوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے پختہ فکر حاملین کی ضرورت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیت المقدس کے فتح پر چابیاں پیش کرنے کے لیے اہل کتاب نے یاد کیا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔کپڑے پیوند شدہ تھے۔سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ جراح رضی اللہ عنہ نے اعلیٰ لباس پہننے کی گزارش کی تو فرمایا کہ ہمیں عزت اسلام کی بدولت نصیب ہوئی

ہے لباس کی بدولت نہیں۔ اسلام اور اسلام کی بنیاد پر معرض وجود میں آنے والی اسلامی تہذیب کل بھی عزت بخشنے والی تھی آج بھی ہے کل بھی ہوگی۔ اور صرف اور صرف یہی تہذیب انسانیت کے لیے سلامتی کا پیغام اور بہترین طرز زندگی کا نمونہ پیش کرسکتی ہے۔

جس میں ہر علاقے، موسم اور افراد کے مطابق لچک موجود ہے اور اسی لچک کی بدولت اسلامی تہذیب دنیا میں ہر جگہ چل سکی۔ یہ تہذیب بنیادی ٹھوس فکری راہنمائی میں تو لچک نہیں دیتی۔ لیکن ظاہری رویوں میں ہر ماحول سے کفر وشرک کی نمائندہ نہ ٹھہرنے والی روایات کے ساتھ نبھا کا سبق دیتی ہے۔ فطرت انسانی کی ہر خواہش پر پہرے بٹھانے یا شتر بے مہار کی طرح آزاد چھوڑنے کی بجائے اسے بہترین انداز میں پورا کرنے کی راہ دکھاتی ہے۔ لہٰذا پھر سے اپنی اسلامی تہذیب کی طرف پلٹنے کی ضرورت ہے۔ لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہمیں اسلام تو پسند ہے لیکن ذہنی طور پر مرعوب ہونے کی وجہ سے اسلامی تہذیب پسند نہیں جب کہ سیرت النبی ﷺ اس کے برعکس ہے۔

آپ اپنے ہر خطبے میں فرمایا کرتے تھے:

خیر الھدی ھدی محمد ﷺ.

(صحیح مسلم، رقم: ۲۰۰۵)

''سب سے بہتر راہ (حضرت محمد ﷺ) کا راستہ ہے۔''

یعنی محمد ﷺ کا تہذیبی رویہ ہی سب سے بہتر تہذیبی رویہ ہے۔ اس تہذیب کے دامن پر کوئی سیاہ دھبہ نہیں ہے۔ بلکہ لیلھا کنھارھا کہ اس کی تو راتیں بھی دن جیسی روشن ہیں اور اس تہذیب کا معاشرتی وسماجی رویہ اپنے اندر بڑی کشادگی رکھتا ہے۔ ایک دفعہ عید کے موقع پر حبشی اپنا کھیل کھیل رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا:

لیعلم الیھود ان فی دیننا فسحة.

(تاویل مختلف الحدیث، ص: ۲٦٥)

''یہودیوں کو خبر ہونی چاہیے کہ ہمارا دین یعنی ہماری ثقافت بڑی وسعت رکھتی ہے۔''

اس روایت سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ اسلامی تہذیب تنگ نظر، گھٹن والے رویے کی آئینہ دار نہیں ہے لیکن نام نہاد آزادی کے نام پر آوارگی والے انسانیت کے لیے تباہ کن تہذیبی رویوں کی ضرور مخالف ہے۔

آج ہمارے لیے مغربی ثقافتی یلغار کے حوالے سے اپنے رویے کا سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں جائزہ لینا ضروری ہے۔ ان کے تھنک ٹینک انہیں یہ سبق دے رہے ہیں کہ عسکری چڑھائی کے ذریعے کوئی ملک فتح کرنا مشکل ہے اور اس پر قبضہ رکھنا دنیا بھر سے بدنامی کمانے کا باعث ہے۔ اس کی بجائے تہذیبی تصادم کی راہ اپناتے ہوئے تہذیبی غلبہ پائیں اور پھر تہذیبی لوازمات فروخت کرکے خوب دولت کمائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج مسلمان علمی دنیا میں یتیم، سیاسی طور پر غیر مستحکم، مالی طور پر بدحال ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہارورڈ یونیورسٹی کے مشہور سکالر پروفیسر مویئل ہنٹگٹن The Clash of Civilizations جیسے معروف زمانہ مقالے لکھ کر اہل یورپ کو تہذیب اسلامی سے تصادم کی راہ دکھا رہے ہیں اور مغرب نے موجودہ عالمی غلبہ کے زعم میں اپنی ثقافت کے پرچار میں سب کچھ روا سمجھ رکھا ہے حالاں کہ یہ کلچر انسانیت کے لیے تباہی کا پیغام لا رہا ہے۔

خود ان کے ہاں اعلیٰ اخلاقی اقدار کا جنازہ نکل چکا ہے۔ خاندانی نظام بالکل نیست ونابود کردیا گیا ہے۔ عزت وآبرو اور غیرت وحمیت نامی الفاظ ان کی ڈکشنریوں سے غائب ہونے کو ہیں۔

منافقت اور خودغرضی کو چالاکی اور دانش مندی سمجھا جاتا ہے۔ دو رُخی زندگی اور دوغلا پن کو سیاست اور ڈپلومیسی کا نام دیا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں اپنے استعماری غلبے کے دوام کی خاطر جگہ جگہ خاص طور پر خون مسلم کی ارزانی ان کے لیے تفریح طبع کا درجہ رکھتی ہے جب کہ برصغیر کے نامور سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق محمدی انقلاب کے ۲۳ سالہ دور میں کل ۹۱۸/ افراد مسلم وغیر مسلم کام آئے تھے۔ (رحمۃ للعالمین، ج:۲، ص:۲۱۹)

وہاں تہذیبی غلبہ کے پیچھے روح اپنے فریضہ اظہار دین کی تکمیل

تھی۔

﴿هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (الصف: ۹)

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کردیں۔''

اور یہاں پر سراسر استعماری ذہنیت کارفرما ہے۔ وہاں پہلے الغزد والفکری کے پھر اعلیٰ تہذیبی روایات کے مظہر معاشرے کا قیام اور آخر پر اس کے علانیہ مخالفین سے مسلح ٹکراؤ تھا۔ یہاں پر صرف Super power کہلانے کا شوق ہے۔

لیکن اس شوق کی تکمیل کے لیے اعلیٰ فکری تعلیمات اور بے مثال تمدنی روایات کی تہذیبی تائید موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ہمیں موجودہ مرعوبانہ ذہنیت سے چھٹکارا پانا لازمی ہے۔ جس میں یورپ سے آمدہ ہر روایت سونے کی طرح چمکدار نظر آتی ہے۔

حالاں کہ ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوا کرتی۔ اسی طرح وہاں سے آمدہ ہر روایت کو رد کرنے کا رویہ اپنانے کی بجائے آپ کی سنت کے مطابق ایمان وعمل کے لیے غیر مضر کو قبول کرلینے میں کوئی حرج نہیں سمجھنا چاہیے۔ اپنے آپ کو مساوی بنیادوں پر لاکر اس ثقافتی یلغار کا بغور جائزہ لینا چاہیے۔ اور خذ ما صفا دع ما کدر کی چھلنی سے گزار کر ہی قابل قبول کو قبول اور باقی کو آپ ﷺ کی طرح علی الاعلان رد کرنے کی جرأت مندانہ پالیسی اپنانا ہوگی جیسا کہ آپ ﷺ نے غیلہ کے بارے میں روم وفارس کے رویے کو قبول کرلیا۔ (صحیح ابن حبان، ج: ۷، ص: ۱۹۹)

نکاح کے بارے میں عرب روایات میں سے لائق شرف انسانی کو قبول کیا اور باعث عار کو رد کردیا۔

(صحیح البخاری، رقم: ۵۱۲۷)

زنا کی لعنتی رسم اور اس سے پیدا شدہ بچے پر دعویٰ کی رسم جاہلیت کے خاتمے کا اعلان فرمایا: ذهب امر الجاهلية اور زانی کے لیے رجم کی سزا مقرر فرمائی۔ (سنن ابی داؤد، رقم: ۲۲۷٤)

آج بھی آپ سے راہنمائی پانے والی مدبرانہ فراست کی ضرورت ہے۔ اپنی ثقافتی بنیادوں پر متصلبانہ ایمان پختہ تر کرنا ہوگا۔ کھوکھلی مغربی ثقافت کی ظاہری چمک دمک کے سامنے ذہنی مرعوبیت کا شکار نہیں رہنا چاہیے۔ انسانیت کے لیے انتہائی مہلک رویوں کی علمبردار ہونے کی بناء پر اس مغربی ثقافت سے نفرت کی روش اختیار کرنی چاہیے۔

نیز اسلامی تہذیبی روایت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے احساس ندامت وشرمندگی کی بجائے اس نمائندگی کو باعث عز وشرف گردانا چاہیے کہ ہمیں انسانیت کے لیے اعلیٰ واکمل تہذیب کے امین ہونے کا شرف ہے۔ آج کی فکری درماندگی اور تہذیبی طور پر درندگی کا شکار انسانیت اعلیٰ علمی، فکری وثقافتی قدروں کی متلاشی ہے۔

سیاسی وثقافتی استعمار کی یہ خواہش ہے کہ ہر طرح سے اس کا ہی بول بالا ہے یا کم از کم دو متضاد فکری نظام یعنی حق وباطل پہلو بہ پہلو چلتے رہیں تاکہ اس باطل کے وجود اور بقاء کی ضمانت رہے لیکن حق وباطل کے مابین پر امن بقائے باہمی خود باطل ہے۔ کیوں کہ حق کے بعد سراسر گمراہی ہے۔

﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ﴾ (یونس: ۳۲)

''حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے۔''

﴿اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝﴾ (الاسراء: ۸۱)

''اور یہ باطل اور ضلالت ختم ہونے والی ہے۔''

لہٰذا نظریاتی ٹکراؤ اور تہذیبی تصادم کے سوا چارہ نہیں۔ غالب نظریہ اور اس بنیاد پر معرض وجود میں آنے والی تہذیب کا لامحالہ دوسرے نظریات اور تہذیبوں سے ٹکراؤ ہوتا ہے۔ اگر تصادم کے سوا کوئی راستہ ہوتا تو انبیائے کرام علیہم السلام ہرگز اس تصادم کی راہ پر نہ نکلتے۔

آج دنیا بھر میں سیاسی وثقافتی میدانوں میں اگر امریکی بالادستی ہے تو کل تک برطانوی بالادستی تھی وہ بھی نہ رہی یہ بھی نہ رہے گی۔ بہت جلد یہ تہذیب اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرکے اپنا وجود کھونے والی ہے۔ اس کی جگہ لینے کے لیے مسلم کلچر کو تیار رہنا چاہیے یہ تبدیلی

نہ صرف ممکن بلکہ یقینی جان کر تیاری کرنی چاہیے۔

تہذیبی ٹکراؤ اور اس کے بعد اسلامی ثقافتی یلغار کے لیے بڑی دانش مندی سے منصوبہ بندی کی ضرورت ہے یہ تیاری کھوکھلے نعروں کی بجائے ٹھوس علمی فکری بنیادوں پر ہمہ جہتی ہونی چاہیے۔ نیز یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اسلامی تہذیب میں وحدت ہے یکسانیت نہیں یعنی فکری اساس ایک ہے عملی مظاہر میں احوال وظروف کی مناسبت سے فرق کی گنجائش ہی اس کی کامیابی کا راز ہے۔

آج کل دنیا کو یک قطبی بنانے کی باتیں ہورہی ہیں لیکن غالب اقوام کے پاس ٹھوس علمی وفکری راہنمائی اور بہترین عملی نمونہ، جو کہ ہر جگہ قابل قبول بھی ہو موجود نہیں ہے۔ جب کہ ہم اسلامی تہذیب کی صدیوں پر محیط تاریخ شاہد عدل کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ جس میں اسلامی تہذیب نے چار دانگ عالم میں آداب ملاقات، طرز لباس، آداب خور ونوش طرز تحریر وانداز تعمیر سے لے کر دستور حکمرانی تک ہر ایک میں نمایاں لیکن کامیاب تبدیلیاں کیں۔

اس تہذیبی غلبے نے اپنے سائے میں صدیوں انسانیت کو پرامن، پرسکون اور باوقار زندگی گزارنے کے لیے سنہری ایام مہیا کیے۔ تاریخ اپنے آپ کو دھرانے والی ہے۔ یہ سنہری دن پھر سے لوٹنے والے ہیں۔ اے کاش! امن مسلمہ بروقت ہوشیار ہوجائے۔

آج مکالمے کا دور ہے مغربی اقوام سے برابری کی سطح پر بات کرنے والے مسلم سکالرز کو ثقافتی جنگ میں اپنے کردار سے آغاز کرنا چاہیے۔ مغربی ثقافت کے علمبرداروں کے سامنے اس کے عیوب ونقائص اور لائی ہوئی انسانی تباہی کی حقیقی تصویر پیش کرنی چاہیے جو کہ استعماری الیکٹرانک میڈیا نے چھپا اور دبا رکھی ہے۔

علاوہ ازیں اسلامی تہذیب کی طویل تاریخی شہادت، ٹھوس علمی فکری راہنمائی اور عملی انطباقات کو کھل کر پیش کرنا چاہیے۔ ڈائیلاگ کے علاوہ زندگی کے ہر میدان میں تہذیبی لوازمات کے حوالے سے ضروری تیاری بھی جاری رہنی چاہیے تاکہ آمدہ تہذیبی تصادم میں کسی موڑ پر پسپائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

سات اشتہارات کا مکمل سیٹ مفت منگوائیں

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مشتمل
سات اشتہارات کا درج ذیل سیٹ مفت زیر تقسیم ہے

① ......کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟ ایک سوال کی دس شکلیں!
② ......نماز میں پاؤں سے پاؤں ملانے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت!
③ ......نماز، روزہ کے محمدی دائمی اوقات! ④ ......اہمیت نماز اور بے نماز کا انجام!
⑤ ......سورۃ فاتحہ خلف الامام! ⑥ ......آمین بالجہر کا ثبوت! ⑦ ......اثبات رفع الیدین!

ملک بھر کی تمام مساجد اہل حدیث کے منتظمین حضرات مذکورہ بالا مکمل سیٹ مفت منگوائیں اور فریم کروا کر اپنے اپنے زیر انتظام مساجد میں آویزاں کریں۔ مسائل حقہ کی ترویج کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔

نوٹ: فریم کروا کر آویزاں کرنے کا تحریری وعدہ آنا ضروری ہے۔ (ڈاک خرچ ادارہ خود برداشت کرے گا۔)

(مولانا) محمد یٰسین راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور، ضلع راجن پور، ڈویژن ڈیرہ غازی خان۔ پنجاب
فون: 0604-567218
موبائل: 0333-8556473

تحقیق وتنقید

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اور ان کی تعلیمات

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی، مدرس جامعہ سلفیہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے ساتھ ہی اس کی ہدایت وراہنمائی کا بندوبست بھی فرما دیا اور اس کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا۔ چنانچہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی پیغمبر ورسول کو قوم کی راہنمائی کی لیے مبعوث فرمایا سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا گیا تو باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝﴾

کہ ''اے آدم علیہ السلام تم سب اس جنت سے زمین پہ چلے جاؤ تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے گی جو شخص بھی میری ہدایت کی پیروی کرے گا اس کو کوئی ڈر نہ ہوگا نہ وہ غم کریں گے۔'' (البقرۃ: ۳۸)

پھر اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کا ایک طویل سلسلہ چلا اور ہر نبی ورسول نے اپنی اپنی قوم کو زندگی کے مقصد سے آگاہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اپنی اطاعت کا حکم فرمایا کہ

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾

''انسانوں اور جنوں کی تخلیق کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔'' (الذاریات: ۵۶)

حتی کہ انبیاء علیہم السلام میں سب سے آخر میں امام الانبیاء سیّد الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اور لوگوں کو پیغام ہدایت سنایا پہلے انبیائے کرام چونکہ ایک مخصوص قوم یا علاقے کی طرف آئے اور ان کی شریعتیں بھی ایک خاص وقت کے لیے تھیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾

کہ ''اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجیے لوگو، مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔'' (الاعراف: ۱۵۸)

پھر اس طرح بھی ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ﴾ (سبا: ۲۸)

کہ ''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔''

چناں چہ آپ کی نبوت ورسالت اور شریعت سارے جہان کے لیے ہے اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (الاحزاب: ۴۰)

کہ ''محمد رسول اللہ خاتم النّبیین ہیں آپ کے بعد کوئی دوسرا بحیثیت نبی نہیں آئے گا۔''

خود ناطق وحی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرمایا:

((انا خاتم النبيين لا نبي بعدي.))

''کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

لیکن سلسلہ انسانیت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی جاری رہنا تھا اس لیے ان کی راہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (آلِ عمران: ۱۱۰)

کہ ''(اے امت محمدیہ) تم بہترین امت ہو اس لیے کہ اب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری تمہاری ہے۔''

اور زبان نبوت سے یوں فرمان جاری ہوا:

((بلغوا عني ولو آية.)) (بخاری: ۱/۴۹۱)

کہ ''اگر تمہیں ایک مسئلہ بھی معلوم ہو تو اس کو دوسروں تک پہنچا دو۔''

رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی تو نہیں آئے گا مگر تبلیغ حق کا فریضہ اس امت کے افراد ادا کریں گے۔ کچھ زبان وقلم سے اس ذمہ داری سے عہدہ براء ہوں گے اور کچھ اس حق کی خاطر جان قربان کردیں گے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ (البقرة: ٢٥٧)

﴿وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (آلِ عمران: ٦٨)

مگر کچھ لوگ اپنے آپ کو ایمان اور اسلام کا اس قدر پابند کرتے ہیں کہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں گزرتا ہے یقیناً ان لوگوں کا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہوتا ہے تبھی تو عرش سے اطلاع آتی ہے:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

(يونس: ٦٢)

ایسے لوگوں کو عرف عام میں ولی اللہ کہا جاتا ہے۔ اب چاہیے تو یہ کہ ہم ایسے لوگوں کی تعلیمات کو اپنائیں اور اس کے مطابق زندگی بسر کریں تاکہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے دوست بن سکیں مگر کچھ لوگوں نے اولیاء اللہ کی تعلیمات اپنانے کی بجائے ان سے بغاوت کا رویہ اختیار کیا۔

حالاں کہ اس حقیقی مومن مسلمان اور ولی اللہ کے افکار وتعلیمات کی افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ بعض لوگ اپنی نیکی، تقویٰ، پرہیزگاری کی وجہ سے زمانے میں بہت معروف ہوئے جن میں ایک نام نامی اسم گرامی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ہے۔ (اگرچہ ان کے بعض تفردات بھی ہیں جن سے اتفاق ممکن نہیں کیونکہ وہ سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہیں کیوں کہ انسان غلطی کرسکتا ہے غلطی سے مبرا صرف انبیائے کرام کی نفوس قدسیہ ہی ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ بہ ذریعہ وحی مطلع فرما دیتے ہیں) جن کو لوگوں نے پیرانِ پیر، غوث اعظم، پیر دستگیر اور گیارہویں والے پیر کے نام سے بھی مشہور کیا ہے۔ اور کئی ایسی خرافات، من گھڑت روایات اور قصے ان کی طرف منسوب کیے ہیں کہ ان کی تعلیمات وافکار عقائد واعمال کو نہ صرف دھندلا دیا ہے بلکہ بالکل ہی فراموش کردیا ہے۔ پھر ہر مہینے ان کے نام کی گیارہویں کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔

ہم اس نشست میں صرف ان کے افکار کی ایک جھلک پیش کرنا چاہتے ہیں کیوں کہ یہ گیارہویں وغیرہ پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے بہت سوں کو ہدایت کی دولت سے بھی مالا مال فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے پہلے کہتے تھے کہ یہ پیر صاحب کے نام کی گیارہویں ہے اگر ہم مقررہ تاریخ کو نیاز نہیں دیں گے، کھیر نہیں پکائیں گے، تو پیر صاحب ہمارا نقصان کردیں گے۔ انہی لوگوں نے اب یہ کہنا شروع کردیا ہے کہ یہ پیر صاحب کے نام کی نہیں بلکہ ان کے ایصالِ ثواب کے لیے ہے کیوں کہ غیر اللہ کے نام کی نذر ونیاز کے متعلق اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے:

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرة: ١٧٣)

کہ ''اللہ تعالیٰ نے مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس چیز کو غیر اللہ کے لیے نامزد کردیا جائے حرام کردیا ہے۔''

اس لیے اگر کوئی آدمی اپنی جہالت کی وجہ سے پیر صاحب کے نام کی نذر ونیاز گیارہویں کے نام پر دیتا ہے تو وہ حرام ہے۔ اور دینے والا خالص مشرک، اور اگر کوئی جدیدیت کے لبادے میں اسے ایصالِ ثواب کا نام دیتا ہے تو پھر بھی یہ غلط ہے۔ کیوں کہ ایصالِ ثواب کا مروّجہ طریقہ شریعت محمدیہ میں نہیں ہے اور نہ ہی ان بزرگوں کی یہ تعلیم ہے۔ اس وقت ہم صرف اپنے سادہ لوح بھائیوں کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں کہ پیر عبدالقادر جیلانی سے عقیدت ومحبت یہ نہیں کہ آپ ان کے نام پر شکم پروری کریں بلکہ ان سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ خود بھی ان کی تعلیمات کو اپنائیں اور دوسرے لوگوں تک بھی ان کے افکار کو عام کریں تاکہ وہ بھی ان پر عمل کرکے حضرت

پیر صاحب کے لیے ایصالِ ثواب کا ذریعہ بنیں۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی ہے:

((اذا مات الانسان انقطع عمله الا ثلاثة اعمال الا من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعوا له .)) (مسلم: ٤١/٢)

کہ ''جب آدمی فوت ہوجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں جن کا اجر اس کو موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔(۱) صدقہ جاریہ، ایسا عمل کرے جس سے بعد میں بھی لوگ فائدہ اٹھائیں تو جب تک لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کو برابر ثواب ملتا رہے گا۔(۲) ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں (یعنی دین اسلامی کی تعلیم)۔(۳) نیک اولاد جو اس کی موت کے بعد اس کے لیے دعا کرے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا اگر کوئی آدمی کسی دوسرے سے دینی علم حاصل کرکے اس کے مطابق عمل کرے گا تو علم سکھانے والے کو بھی اس عمل کا ثواب ملے گا۔''

اس لیے اوپر ہم نے لکھا ہے کہ پیر صاحب کے لیے ایصالِ ثواب کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ ان کی دینی تعلیمات اور اسلامی افکار کو اپنایا جائے البتہ اگر ان کی کوئی بات قرآن وحدیث کے خلاف ہو تو پھر ان کی بات چھوڑ کر قرآن وحدیث پر عمل کیا جائے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی میں کسی دوسرے کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔ خود پیر صاحب نے ایسی تعلیم دی ہے آپ اپنی تصنیف فتوح الغیب میں فرماتے ہیں:

تتبع كتاب الله وسنة رسوله ﷺ كما قال الله وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا وقال قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله فتفني عن هواك ونفسك ورعونتها في ظاهرك وباطنك فلا يكون في باطنك غير توحيد الله وفي ظاهرك غير طاعة الله . (فتوح الغيب: ٢٥٢)

کہ ''اللہ کی کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو تم کو رسول دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ اور یہ بھی فرمایا: اے پیغمبر ﷺ کہہ دیجیے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا تو تجھے اپنی خواہشات نفس اور رعونت کو اپنے ظاہر وباطن سے چھوڑ دینا چاہیے۔ تیرے باطن میں صرف اللہ کی توحید ہو اور ظاہر میں صرف اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہو۔''

اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت پیر صاحب قرآن وسنت کو کس قدر اہمیت دیتے تھے۔ اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ اس دنیا میں جو بہت سے لوگ تفرقہ بازی کا شکار ہو کر اپنی الگ الگ مذہبی دکانیں سجائے بیٹھے ہیں حضرت پیر صاحب کا ان کے متعلق کیا فیصلہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان بني اسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة وتفترق امتي على ثلث وسبعين ملة كلهم في النار الا ملة واحدة قالوا من هي يا رسول الله قال ما انا عليه واصحابي .)) (مشكوٰة: ٣٠/١)

''بے شک بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ ایک کے سوا باقی تمام جہنم میں جائیں گے صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ کے رسول وکن لوگ ہوں گے آپ نے فرمایا جو میرا اور میرے صحابہ کا رطیقہ اپنائیں گے وہ جنتی ہوں گے باقی جہنمی۔''

پھر ایک جنتی جماعت کی نشان دہی کرتے ہوئے پیر صاحب فرماتے ہیں:

واما الفرقة الناجية فهي اهل السنة

والجماعة . (غنية الطالبين: ١٥١)

لیکن سب میں نجات پانے والا فرقہ اہل سنت والجماعت کا ہے اور پھر اہل سنت کی وضاحت کرتے ہوئے کہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا:

واعلم ان لاهل البدع علامات يعرفون بها فعلامة اهل البدعة الوقيعة فى اهل الاثر ...... وكل ذالك عصبة وغياظ لاهل السنة ولا اسم لهم الا اسم واحد وهو اصحاب الحديث .

''جان لو کہ اہل بدعت کی کچھ نشانیاں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں تو اہل بدعت کی یہ علامت ہے کہ وہ اہل حدیث کو برا کہتے ہیں ...... (یہاں پیر صاحب نے کچھ وہ نام گنوائے ہیں جو بدعتیوں نے اہل حدیث کے رکھے ہیں اختصار کی وجہ سے عبارت حذف کردی ہے اور مقصود بھی نہیں)...... اور یہ صرف تعصب اور غصہ کی وجہ سے ہے جو ان لوگوں کو اہل سنت (اہل حدیث) سے ہے ورنہ ان اہل سنت کا تو ایک ہی نام ہے اس کے علاوہ ان کا کوئی نام ہی نہیں اور وہ نام ہے اہل حدیث۔'' (غنية: ١٤٣)

قارئین! اس سے معلوم ہوا کہ پیر صاحب کے نزدیک اہل حدیث کو برا کہنے اور مخالفت کرنے والے لوگ بدعتی ہیں اور یہ بھی پیر صاحب نے واضح کردیا کہ اہل حدیث ہی اہل سنت ہیں۔ اور اہل سنت یعنی اہل حدیث ہی نجات پانے والے ہیں۔

نمازوں کے اوقات اور پیر صاحب:

نماز اسلام کا بنیادی رکن ہے حتی کہ باقی ارکان بھی میں اس کو برتری حاصل ہے۔ کیوں کہ حج تو صرف صاحب استطاعت پر، زکوٰۃ صاحب نصاب پر اور روزے سال میں صرف ایک مہینہ وہ بھی صاحب استطاعت پر فرض ہیں مگر نماز تو ہر عاقل بالغ مرد، عورت، امیر غریب پر یکساں فرض ہے جو نہ گرمی، سردی، تنگی ترشی اور نہ ہی بیماری حتی کہ حالت جنگ میں بھی معاف نہیں۔ اس لیے ہم صرف نماز سے متعلقہ چند مسائل پیش کر کے گیارہویں پکانے اور کھانے والوں سے یہ امید رکھیں گے کہ وہ ان کی تعلیمات کو اپنائیں گے۔

اور پھر اس آنے والے مہینہ (ربیع الثانی) میں تو بڑی گیارہویں کے نام پر ایمان ومال دین ودنیا کا اچھا خاصا نقصان کیا جاتا ہے۔ غوث الاعظم کے نام پر عرس منائے جاتے ہیں۔ بڑی گیارہویں کے نام پر محفلیں برپا ہوتی ہیں اور نا معلوم کیا کیا ڈھونگ رچائے جاتے ہیں؟ تو اس وقت ہم نماز کے متعلقہ چند مسائل پیش کرتے ہوئے سب سے پہلے نمازوں کے اوقات کے متعلق تحریر کریں گے تاکہ یہ معلوم ہو کہ پیر صاحب کے نام پر گیارہویں کھانے والے کیا اوقات نماز کے متعلق بھی پیر صاحب کی بات مانتے ہیں یا نہیں۔ چناں چہ غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے:

فصل فى بين صلوٰة الفجر .

یعنی فصل ہے فجر کے وقت کے بیان میں۔ آگے لکھا ہے:

فاول وقتها انصداع الفجر الثانى .

(غنية الطالبين: ٥٦٧)

کہ نماز فجر کا اوّل وقت صبح صادق ہونے پر ہے۔ اور پیر صاحب کا یہ موقف بالکل رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق ہے صرف یہ نہیں کہ انہوں نے اوّل وقت بیان کیا ہے بلکہ کچھ آگے تحریر فرماتے ہیں:

والافضل التغليس بها خلاف ما قال الامام ابو حنيفة من ان الاسفار بها افضل وانما قلنا ذالك لم اروى عن عائشة قالت ان النسآء يخرجن على عهد رسول الله ﷺ يصلين الفجر معه يرجعن منتلفعات بمروطهن لا يعرفهن احدهن من الغلس . (غنية: ٨٦٨)

''اور افضل وقت بھی اندھیرے میں نماز فجر پڑھنا ہے اس بات کے خلاف جو امام ابوحنیفہ نے کہی ہے کہ نماز روشنی میں پڑھنا افضل ہے۔ اور ہماری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے آپ فرماتی ہیں: بے شک رسول اللہ ﷺ کے

زمانہ میں عورتیں جاتی تھیں اور آپ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتی تھیں واپس لوٹتیں تو اپنی چادروں سے اپنے آپ کو لپیٹے ہوئے ہوتیں اور اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔''

قارئین اس طویل اقتباس کو نقل کرنے کا مقصد ہے کہ پیر صاحب تو نماز فجر کو اندھیرے میں پڑھنے کو افضل قرار دیں مگر ان سے نسبت کرنے والے قادری حضرات ان کی تعلیم کے مطابق افضل وقت میں نماز پڑھنے کو تیار نہیں۔ اور پھر پیر صاحب اپنے موقف میں حدیث رسول پیش کرکے واضح فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف اس مسئلہ میں حدیث کے خلاف ہے مگر آج کے تمام بریلوی اپنے کو حنفی مذہب کا پیروکار بتاتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔

یہ تو تھا نماز فجر کا وقت نماز ظہر کے وقت کے متعلق پیر صاحب فرماتے ہیں:

واما الظهر فاول وقتها اذا زالت الشمس وآخره اذا صار ظل كل شيء مثله والافضل تعجيلها الا في شدة الحر .

''اور لیکن ظہر تو اس کا اوّل وقت ہے جب سورت ڈھل جائے اور اس کا آخری وقت ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو جائے اور افضل اس کو جلدی پڑھنا ہے مگر سخت گرمی میں۔'' (غنية : ٥٦٩)

اب کوئی بھی ان کا نیاز مند اور معتقد افضل (اوّل) وقت میں نماز ادا نہیں کرتا۔

نمازِ عصر کے متعلق فرماتے ہیں:

واما وقت العصر فاوله على ما ذكرنا ادنى زيادة على المثل وآخر وقتها اذا صار الظل مثليه . (غنية : ٥٧٥)

کہ ''نماز عصر کا اوّل وقت اس وقت ہوتا ہے جب سایہ ایک مثل سے معمولی بڑھ جائے اور آخری وقت اس کا ہے جب سایہ دو مثل ہو جائے۔''

اب غور کریں وہ لوگ جو پیر صاحب کے عرس کی تقاریب منعقد کرتے ہیں کہ انہیں زندگی میں کبھی ایک مرتبہ بھی پیر صاحب کی تعلیمات کو اپنانے کا موقعہ ملا ہے؟

نماز میں اطمینان اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ:

آج جتنے بھی لوگ پیر صاحب سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں ان میں اکثریت تو ایسے لوگوں کی ہے جو نماز پڑھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ کیوں کہ ان کی جیبیں اور دیگیں ٹٹولنے والے مولویوں نے ان کو من گھڑت قصے سنا رکھے ہیں کہ ایک آدمی سے قبر میں منکر نکیر (فرشتوں) نے جب سوال کیا کہ من ربك ، تیرا ربّ کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں تو پیر صاحب کا دھوبی ہوں تو فرشتے اس سے سوال کیے بغیر ہی واپس چلے گئے۔ اگر ایک دھوبی جو پیر صاحب کے کپڑے دھوتا ہے اگر وہ قبر کے حساب سے بچ سکتا ہے تو ہم ہر ماہ پیر صاحب کی گیارہویں پکانے والے کیوں نہیں بچ سکتے۔ حالاں کہ ایسے واقعات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی محض لوگوں کو گمراہ کرنے اور ان کا مال بٹورنے کے لیے مولویوں نے گھڑ رکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (التوبة : ٣٤)

جس کا مفہوم یہ ہے کہ

''اے ایمان والو! بے شک بہت سے مولوی اور پیر لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رستے سے بھی ان کو روکتے ہیں۔''

اور جو لوگ نماز پڑھتے بھی ہیں ان کی رفتار بھی غیر معمولی سی تیز ہوتی ہے جس میں نہ رکوع وسجود کا اہتمام ہوتا ہے اور نہ ہی قومہ وجلسہ میں اطمینان، جب کہ پیر صاحب کے نزدیک یہ ساری چیزیں نماز کے واجبات اور آداب میں شامل ہیں مگر کسی قادری کو اس کی پرواہ نہیں۔

حالاں کہ پیر صاحب فرماتے ہیں اگر کوئی آدمی کسی کو دیکھے کہ وہ نماز میں رکوع، سجود میں اطمینان نہیں رکھتا تو اس کو سمجھائے حتی کہ نسل در نسل یہ سلسلہ قیامت تک جاری ہے۔ اور پھر اس کی اہمیت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

لو رای رجل من یسرق حبة واحدة اور غیفا من انسان یهودی او مسلم لم یتما لك من نفسه حتّٰی یصیح علیه ویزجره ویقبح له ذالك واذا رای من یصلی ویسرق ارکان الصلوٰة ویسقطها مع الواجب ویسابق الامام سکت عنه ولا ینطق فینکر علیه ویعلمه .

(غنیة : ۲۰۹)

’’اگر کوئی آدمی کسی کو دیکھے کہ کسی یہودی یا مسلمان کی ایک روٹی یا ایک دانہ چوری کررہا ہے تو وہ اس پر خاموش نہیں رہ سکے گا۔ بلکہ وہ اس بات پر چیخے چلائے گا اور وہ چور کو ڈانٹ ڈپٹ کرے گا اور یہ بات (چوری) اس کو بہت بری لگے گی تو جب وہ کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور نماز کے ارکان چوری کررہا ہے اور واجبات ترک کررہا ہے اور امام سے سبقت لے جاتا ہے تو وہ اس سے خاموش رہے گا اور اس پر کلام نہیں کرے گا؟ تو وہ آدمی اس کو منع کرے گا اور اس کو سکھائے گا۔‘‘

برادران اسلام! اس کے بعد پیر صاحب نے احادیث بھی ذکر کی ہیں کہ دنیا کا بدترین چور نماز کا چور ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے آدمی کو فرمایا تھا جو نماز کے رکوع وسجود میں اطمینان نہیں کرتا تھا کہ ارجع فصل فانك لم تصل ’’جا واپس چلا جا نماز پڑھ بے شک تو نے نماز نہیں پڑھی۔‘‘

تو اس ساری بحث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کو اطمینان سے ادا کرنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا موقف بھی سنت کے مطابق ہے جو لوگ رکوع، سجود میں اطمینان رسول اللہ ﷺ کی سنت سمجھ کر نہیں کرتے ان کو کم از کم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے اپنی نسبت کی لاج رکھتے ہوئے آج سے اپنی نمازوں میں اطمینان کے ساتھ رکوع، سجود ادا کرنے شروع کردینے چاہئیں۔

تکبیر تحریمہ اور پیر صاحب:

قارئین احناف کے نزدیک نماز شروع کرتے وقت اگر کوئی آدمی اللہ اکبر (تکبیر تحریمہ) نہ کہے بلکہ اس کی جگہ کوئی اور لفظ جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت وبڑائی بیان ہوتی ہو کہہ دے تو تب بھی اس کی نماز ہوجائے گی (جیسا کہ ہدایہ جلد: ۱، ص: ۱۰۰۔ شرح وقایہ، ص: ۱۶۵۔ فتاویٰ عالمگیری: ۶۸/۱۔ منیۃ المصلی، ص: ۱۱۱۔ قدوری: ۳۹ اور دیگر کتب فقہ میں موجود ہے۔) مگر پیر صاحب فرماتے ہیں کہ جب آدمی مذکورہ بالا (طہارت وضو وغیرہ) کی شرائط پوری کرچکا تو پھر

دخل فی الصلوٰة بقول الله اکبر لا یجزیه غیره من الفاظ التعظیم . (غنیة الطالبین : ٦)

’’اللہ اکبر کہہ کر وہ نماز میں داخل ہوگا اس کے علاوہ کوئی تعظیم کے الفاظ اس کو کفایت نہیں کریں گے۔‘‘

اب غور کرنا چاہیے میرے ان حنفی بھائیوں کو جو پیر صاحب سے عقیدت کا اظہار بھی کرتے ہیں اور ان کی بات بھی نہیں مانتے۔

رفع یدین اور پیر صاحب:

رسول اللہ ﷺ جب نماز ادا فرماتے تو نماز شروع کرتے وقت رکوع سے جاتے وقت، اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری: ۲۰۱/۱، صحیح مسلم: ۱۶۸/۱، سنن ترمذی: ۵۹/۱، سنن نسائی: ۱۲۳/۱، سنن ابن ماجہ: ۶۱، سنن دارمی: ۲۲۹/۱ اور احادیث کی دیگر کتب میں بھی رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے کی احادیث موجود ہیں جب کہ جن بزرگوں کے نام سے یہ شکم سیری کرتے ہیں وہ نماز کی ہیئت وکیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رفع الیدین عند الافتتاح والرکوع والرفع منه .

(غنیة : ۷)

کہ نماز شروع کرتے وقت، رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا نماز کی ہیئت (طریقہ، شکل وصورت) ہے۔

آمین بالجہر اور پیر صاحب:

اسی طرح نماز میں بلند آواز سے آمین کہنا کہ جب نماز میں قرأت بلند آواز سے کی جارہی ہو تو سورہ فاتحہ کے اختتام پر امام اور مقتدی دونوں بلند آواز سے آمین کہیں گے جیسا کہ درج ذیل کتب احادیث صحیح بخاری: ۱/ ۱۰۸، صحیح مسلم: ۱/۱۷۶، ابوداؤد: ۱/ ۱۳۵، سنن ترمذی: ۵۷، سنن نسائی: ۱/۱۱۳، سنن ابن ماجہ: ۶۱، سنن دارمی: ۱/ ۲۲۸ ودیگر کتب احادیث میں یہ حدیث موجود ہے۔ اور پھر حضرت پیر صاحب بھی فرماتے ہیں:

والجهر بالقراة وآمين والاسرار بهما . (غنية : ۷)

کہ قراء ت میں آمین بالجہر بلند آواز سے کرنا جہری نمازوں میں) اور ان کو آہستہ کہنا (سری نمازوں میں) اب کوئی بھی جامع مسجد غوثیہ کا امام یا نمازی، کسی دارالعلوم غوثیہ کا کوئی استاد یا شاگرد قادری اس پر عمل نہیں کرتا۔ حالاں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا فرمان سمجھ کر نہیں کرتے تو نہ کریں۔مگر پیر صاحب کے فرمان کو تو نہ چھوڑیں جن کی ہر مہینے یاد مناتے ہیں۔

وتروں کی تعداد اور پیر صاحب:

نماز وتر جو عشاء کی نماز کے ساتھ آخر میں ادا کیے جاتے ہیں، کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی آدمی تہجد کی نماز کے ساتھ ادا کرتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک رکعت وتر پڑھنے کی اجازت دی ہے جیسا کہ بخاری: ۱/ ۱۳۵، مسلم: ۱/۲۵۳، ابوداؤد: ۱/ ۲۰۱، ترمذی: ۱/ ۱۰۶، نسائی: ۱/ ۲۰۰، ابن ماجہ: ۲۸، مستدرک حاکم: ۱/۳۰۲، دارقطنی: ۲/۲۳، دارمی: ۱/۳۱۰ میں موجود احادیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوتا ہے اور اس بات کو حضرت پیر صاحب نے بھی غنیۃ الطالبین ص: ۵۴۰ پر بیان کیا ہے۔مگر کھانے پینے کے موقع پر لمبی لمبی سروں سے پیر صاحب کا نام گانے والے اس موقع پر ان کو یاد بھی نہیں کرتے۔

وتر پڑھنے کا طریقہ اور پیر صاحب:

رسول اللہ ﷺ تین رکعت والی نماز وتر دو طریقوں سے ادا فرماتے تھے کبھی ایک ہی سلام کے ساتھ آپ تین رکعت ادا فرماتے مگر مغرب کی مشابہت سے بچنے کے لیے پہلا تشہد نہیں بیٹھتے تھے اور آپ نے اس سے منع بھی فرمایا ہے آپ کے نماز وتر کا طریقہ حضرت امّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یوں بیان فرماتی ہیں:

كان رسول الله ﷺ يوتر بثلاث لا يقعد الا فی آخرهن . (مستدرك حاكم: ۱/ ۳۰٤ كتاب الوتر)

رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر ادا فرماتے تو صرف ان تین رکعات کے آخر میں بیٹھتے تھے (درمیان میں دو رکعت کے بعد نہیں بیٹھتے تھے) اور کبھی رسول اللہ ﷺ دو رکعت ادا فرما کر سلام پھیر دیتے اور پھر تیسری رکعت الگ ادا فرماتے اور یہ طریقہ اس لحاظ سے افضل بھی کہ اس میں ثناء درود اور دعائیں زیادہ پڑھی جاتی ہیں۔ اور اسی طریقے کو حضرت پیر صاحب نے بھی پسند فرمایا ہے۔

چناں چہ فرماتے ہیں:

ويوتر بثلاث ومخيران وان شاء صلاها بتسليمة واحدة كصلوة المغرب وان شاء فصل بينهما فيسلم عن ركعتين ويوتر بالاخرة وهو افضل . (غنية: ٥٧٦)

اور تین رکعات کے ساتھ وتر کرے اس میں اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو نماز مغرب کی طرح ایک سلام سے ادا کرے اور اگر چاہے تو ان میں فرق کرے، دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر لے اور آخری رکعت کو وتر بنالے اور یہ افضل ہے۔

نوٹ:

پیر صاحب نے جو تین رکعات کو ایک سلام کے ساتھ پڑھتے وقت مغرب کی طرح پڑھنے کی اجازت دی ہے یہ درست نہیں۔ کیوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک طریقہ کے خلاف ہے جیسا کہ

باحوالہ گزر چکا ہے اور پھر آپ نے حکماً بھی فرمایا ہے کہ نماز وتر کو نماز مغرب کے مشابہ نہ کرو اور یہی اہل حدیث کا مسلک ہے کہ جس کسی کی بات بھی قرآن وحدیث کے خلاف ہوگی اس کو ردّ کر دیا جائے گا۔ غیر مشروط اطاعت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ہی فرض ہے اور کسی کی بھی جائز نہیں۔

اس مقام پر صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ پیر صاحب دو رکعت الگ اور ایک رکعت الگ پڑھنے کو افضل قرار دے رہے ہیں۔ مگر ان سے نسبت کرنے والے اپنی زندگی میں ایک دفعہ بھی اس طریقے پر ادا کرنے کی سعادت حاصل نہیں کرسکتے۔

نماز وتر میں دعائے قنوت کا مقام اور پیر صاحب:

رسول اللہ ﷺ نماز وتر کی آخری رکعت میں قنوت فرماتے تو کبھی آپ قنوت رکوع سے پہلے کر لیتے اور کبھی رکوع کے بعد اب بھی کوئی آدمی دونوں طریقوں میں سے جس طرح بھی کرے گا درست ہے مگر احناف کا طریقہ بالکل غلط ہے۔ سورۃ اخلاص پڑھنے کے بعد تکبیر کہتے ہوئے رفع یدین کر کے دوبارہ ہاتھ باندھنا یہ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں بلکہ جس طرح سورۃ فاتحہ کے متصل بعد سورۃ اخلاص شروع کر دی تھی اسی طرح سورۃ اخلاص کے معاً بعد ہی دعائے قنوت شروع کرے۔ مگر احناف رکوع کے بعد قنوت کے مسئلہ کو نہ بیان کرتے ہیں اور نہ اپناتے ہیں۔ حالاں کہ پیر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں:

فصل فی دعآء الوتر وھو ان یقول اذا رفع راسہ من الرکوع فی الرکعۃ الاخیرۃ من الوتر. (غنیۃ: ٥٤٢)

کہ ''دعائے قنوت وتروں کی آخری رکعت میں جب رکوع سے سر اٹھائے تو اس وقت پڑھے۔''

جمع بین الصلوٰتین اور پیر صاحب:

سفر میں رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کو، مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھ لیتے تھے یعنی کبھی ظہر کو عصر کے ساتھ اور کبھی عصر کو ظہر کے ساتھ اور اس طرح مغرب اور عشاء ادا فرماتے تھے۔ جیسا کہ بخاری شریف: ۱/۱۴۹، صحیح مسلم: ۱/۲۴۵، سنن ابوداؤد: ۱/۱۷۱ میں حدیث موجود ہے اور پیر عبدالقادر جیلانی صاحب بھی اس کو تسلیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واما الجمع بین الصلوٰتین فجائز بین الظھر والعصر وبین المغرب والعشاء. (غنیۃ: ٢٦٧)

''اور لیکن دو نمازوں کا جمع کرنا تو یہ جائز ہے کہ ظہر اور عصر کو جمع کرلے اور مغرب اور عشاء کو جمع کرلے۔''

آگے فرماتے ہیں:

وھو نخیر بین تاخیر الاولی الی وقت الثانیۃ وبین تقدیم الثانیۃ الی وقت الاولی.

(حوالہ مذکورہ)

''اور اس بات میں اس کو اختیار ہے چاہے تو پہلی نماز کو دوسرے وقت میں جمع کرلے اور چاہے تو دوسری کو پہلی نماز کے وقت میں اس کے ساتھ جمع کرے۔''

قارئین! ہم نے حضرت پیر صاحب کی تعلیمات وافکار میں سے چند پھول آپ کی خدمت میں پیش کردیئے ہیں اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ پیر صاحب سے صرف عقیدت ہی رکھتے ہیں یا ان کی تعلیمات پر عمل بھی کرتے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین.

اظہار تعزیت

گزشتہ دنوں مولانا عطاء الرحمٰن اشرف (سیالکوٹ) محترمہ عابدہ یزدانی صاحبہ (گوجراں والا) باجی زبیدہ امین صاحبہ ودیگر احباب جو وفات پا گئے ہیں ان سب کی مغفرت کے لیے ادارہ نصر الائمہ گوجراں والا دعا گو ہے اور بلندیٔ درجات کی دعاؤں کی درخواست کرتا ہے۔

(امیر حمزہ حماد طور، ادارہ نصر الائمہ گوجراں والا)



وقت کے تقاضوں کی تکمیل...



ہمدرد ایک صدی سے زیادہ نہ صرف آپ کے دُکھ اور تکلیف میں فرحت وتسکین بخش رہا ہے بلکہ آپ کا ہمدم اور خیر خواہ بھی ہے۔ انسانیت کی خدمت اور پرورش کے لئے نہایت وسیع اقسام کی ہربل اور طبی مصنوعات موجود ہیں، جو صحت بخش ہونے کے ساتھ شفاء بخش بھی ہیں۔

ہمدرد اس دور کے تقاضوں کی تکمیل، ترقی یافتہ سائنسی طریقوں کی مدد سے کرنے کے لئے سرگرم کار ہے۔

صحتِ انسانی کی بقاء اور بیماریوں کے اس سفر کے ساتھ ساتھ "ہمدرد" نے انسان دوست ادارے کی حیثیت سے تعلیم اور ثقافت کے فروغ میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔







ہمدرد لیباریٹریز (وقف) پاکستان

ISO 9001: 2008 & ISO 22000: 2005 CERTIFIED

Blitz DDB

Al-Majeed, Hamdard Centre, Nazimabad No. 3, Karachi-74600, Pakistan. Tel: (+9221) 36616001-4, Fax: (+9221) 36611755, Email: headoffice@hamdard.com.pk,
Website: www.hamdard.com.pk

تذکرہ صحیح بخاری کے کچھ مختصرات کا!

مولانا عمر فاروق سعیدی (منڈی وار برٹن)

گزشتہ چند اشاعتوں سے ہمارے مؤقر مجلّہ الاعتصام میں ''زبدۃ البخاری'' موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ راقم الحروف بھی حدیث نبوی کا طالب علم ہونے کے ناطے حق رکھتا ہے کہ اپنا کچھ مطالعہ اور مشاہدہ محترم فضلائے قوم کے حضور پیش کرے۔ فی الحال "الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ" تالیف السید نواب صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ میرے سامنے ہے۔ اس کے الباب الرابع، الفصل الثانی میں صحیح بخاری کی بہت سی مفصل، مطول، متوسط اور مختصر شروح کے ساتھ ساتھ کچھ مختصرات کا بھی ذکر موجود ہے کہ ماضی میں ائمہ نے اس عظیم الشان، کبیر الحجم اور منبع الفوائد کتاب کو امت کے لیے قدرے آسان بنانے کی کئی کوششیں کی ہیں۔ تاکہ علماء، طلباء اور دیگر اہل ذوق جو صحیح بخاری کو تفصیل سے پڑھ پڑھا نہیں سکے وہ مختصر وقت میں اس کے افادات سے کسی قدر آگاہ ہو جائیں۔ مثلاً

۱۔ النصیح فی اختصار الصحیح۔ تالیف الامام مہلّب بن ابی صفر الازدی۔ ف ۴۳۵ھ

۲۔ جمع النہایۃ ببعض الخیر والغایۃ۔ تالیف العلامہ عبداللہ بن سعد بن ابی جمرہ الاندلسی ف ۶۹۵ھ اور یہ اختصار قاہرہ میں طبع ہوا ہے۔ آخری طبع ۱۳۴۹ھ میں ہوئی تھی۔ اس میں صرف تین سو احادیث ہیں۔ اور پھر اس کی شرح لکھی جسے "بهجۃ النفوس وغایتها بمعرفۃ مالها وما علیها" کے نام سے موسوم کیا اور یہ شرح قاہرہ میں ۱۹۳۶ء میں چار جلدوں میں شائع ہوئی۔

۳۔ فیض الباری فی شرح غریب صحیح البخاری۔ تالیف علامہ زین الدین عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن العباسی الشافعی ف ۹۶۳ھ۔ اس میں اسانید کو حذف کر دیا گیا ہے۔ نہایہ ابن الاثیر کے انداز میں مشکل کلمات کا حل لکھا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر کتب خمسہ سے تخریج بھی کی گئی ہے۔

۴۔ مختصر الشیخ الامام جمال الدین ابی العباس احمد بن عمر الانصاری القرطبی ف ۶۵۶ھ۔

۵۔ التجرید الصریح لأحادیث الجامع الصحیح۔ تالیف الامام زین الدین ابی العباس احمد بن احمد الشرجی الزبیدی ف ۸۹۳ھ۔

۶۔ ارشاد السامع والقاری المنتقیٰ من صحیح البخاری۔ تالیف الشیخ بدر الدین حسن بن عمر بن حبیب الحلبی ف ۷۷۹ھ۔

۷۔ اور مختصر صحیح البخاری علامہ البانی رحمہ اللہ کی معروف اور متداول کتاب ہے۔

مندرجہ بالا مختصرات میں سے التجرید الصریح کا ہمارے برادر گرامی الشیخ حافظ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ نے ترجمہ کیا ہے جو دارالسلام لاہور سے طبع ہو کر اہل علم تک پہنچ چکا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں نواب صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

> ''امام موصوف رحمہ اللہ نے اس میں مکرر احادیث کو حذف کرتے ہوئے قطعات حدیث کو جو مختلف ابواب میں منتشر تھے یکجا کر دیا ہے۔ کیوں کہ آدمی (صحیح بخاری میں) جب کوئی حدیث تلاش کرنا چاہتا ہے تو وہ بآسانی نہیں ملتی۔ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ کا (ایک) مقصد اس تصنیف میں یہ بھی رہا ہے کہ حدیث کی متعدد اسانید پیش کر کے اس کی شہرت ثابت کر دی جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ مقدمہ مسلم میں فرماتے ہیں کہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے استنباطات مختلف ابواب میں پھیلا دیے ہیں۔ اور بسا اوقات مطلوب حدیث کسی ایسے بعید باب میں ذکر کرتے ہیں جس کی طرف ذہن بداہۃً نہیں جاتا ہے اور (فرماتے ہیں کہ) میں نے بہت سے متاخر حفاظ حدیث کو پایا ہے جو اس قسم کے مواقع پر عموماً خطا کر جاتے ہیں اور حدیث کا بخاری میں ہونے سے انکار کر جاتے ہیں حالاں کہ وہ اس کے اندر موجود ہوتی ہے۔'' (انتہیٰ)

الغرض علامہ زبیدی رحمہ اللہ نے احادیث کے تکرار کو حذف کر دیا ہے اور اسانید بھی ذکر نہیں کی ہیں اور صرف وہی احادیث جمع کی ہیں جو مسند اور متصل تھیں۔ وہ اس کی تسوید سے شعبان ۸۸۹ھ میں فارغ ہوئے۔ (انتہیٰ)

المختصر اگر کشف الظنون وغیرہ کو دیکھا جائے تو شاید اور بھی کئی مختصرات مل جائیں۔ تو ''زبدۃ البخاری'' کا تالیف کیا جانا کوئی ایسا کبیرہ گناہ بھی نہیں جو محترم مؤلف سے سرزد ہوا ہو۔ اگرچہ کتاب تاحال راقم کی نظر میں نہیں آئی۔ صرف الاعتصام کے پر لطف ولطیف تبصروں سے بہت مزہ آیا ہے۔

تاهم لمحه فكريه امت کے علماء، فضلاء اور دیگر داعیان کے لیے یہ ہے کہ ''زبدۃ البخاری'' تالیف کیے جانے کا اصل پس منظر اور سبب جاننے کی کوشش کریں۔ اور وہ ہے ہمارے طلباء علوم اسلامیہ میں ''رسوخ کی بجائے عبور'' کا مرض!

عصری اداروں میں تو طلبہ کے اندر یہ بیماری مدت سے سرایت کیے ہوئے ہے۔ اور ملک کے کارپردازان اور محکمہ تعلیم کو اس کی کوئی زیادہ فکر بھی شاید نہیں ہے۔ تو ان کی دیکھا دیکھی ہمارے طلبا بھی ان سے متاثر ہوئے ہیں۔

دینی جامعات میں سات آٹھ سالہ نصابِ تعلیم کا سن کر والدین اور طلباء (کی ایک بڑی تعداد) اس کو مختصر کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگتے ہیں۔ اور ایک تعداد اس وجہ سے اسے راہ ہی میں چھوڑ جاتی ہے اور بہت سے اسے محض عبور کرنے کی فکر میں ہوتے ہیں۔

اور آخر میں سعادت مندوں کی مختصر سی گنی چنی تعداد ہی خوش اسلوبی سے اسے مکمل کرتی ہے۔ جن کے دم سے مصلا ہائے امامت، منبر ہائے خطابت اور مسند ہائے تدریس آباد ہوتے ہیں۔ بارك الله في مساعيهم وجهودهم

تو ایسا طبقہ جو علوم اسلامیہ سے یک گونہ آشنائی چاہتا ہے اس سے صرف نظر کرنا قطعاً قرین قیاس نہیں۔ اور وہ اساتذہ جو اس طرح سے انہیں ان کے دین سے آگاہ کرنے کا عزم رکھتے ہیں کوئی قابل گرفت نہیں ہیں۔ اصل معاملہ تو نیت اور ارادے کا ہے۔

بلوغ المرام اور مشکوۃ المصابیح ہی کو دیکھ لیجیے۔ یہ ان ضخیم دواوین کا اختصار ہی ہیں۔ بلوغ المرام کے مقدمہ میں اس ''مختصر'' کی اہمیت کو مبتدی اور منتہی ہر طرح کے طلباء کے لیے مفید مطلب فرمایا ہے جو فی الواقع حقیقت ہے۔

فهذا مختصر يشتمل على اصول الأدلّة الحديثية للأحكام الشرعية، ، حرّرته تحريرا بالغا، ليصير من يحفظه من بين أقرانه نابغاً ويستعين به الطالب المبتدی ولا يستغنى عنه الراغب المنتهی۔''

آخر میں میں اپنے ان عجلت پسند اور سریع السیر طلباء کرام سے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ عزیزانِ گرامی! آپ وارثِ نبی ﷺ ہیں۔ امت کے عوام، مسجدوں کے محراب ومنبر اور مسند درس آپ کے انتظار میں ہیں۔ آپ اپنی ذات میں ''سند'' بننے کے لیے محنت کریں اور علوم قرآن وسنت میں خوب رسوخ حاصل کریں کہ آپ کا فرمایا ہوا مستند سمجھا جائے۔ محض خالی خولی ڈگریوں کے پیچھے نہ دوڑیں کہ ان کی فی الواقع کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ رفع علم نبوت کے اسباب بہت زیادہ جمع ہو گئے ہیں۔ علم اور علماء اٹھتے جا رہے ہیں۔ اللہ کریم آپ کی محنتوں کو قبول فرمائے، سلف کی امانتوں کا امین اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حقیقی وارث بنائے، آمین۔

إنما الاعمال بالنيّات، وإنما لإمريءٍ ما نویٰ.

آپ کا ایک ادنی خیر اندیش اور دعا گو......عمر فاروق السعیدی

اُستادِ مکرم مولانا خلیل احمد جوارِ رحمت میں

حافظ عبداللہ رفیق حفظہ اللہ (شیخ الحدیث دار العلوم المحمدیہ لوکو ورکشاپ، لاہور)

یہ خبر بڑے حزن وغم سے پڑھی جائے گی کہ استاذِ گرامی قدر مولانا خلیل احمد نائب شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈاں والا تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد ۲۴ فروری بروز جمعرات ۲۰۱۱ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

وہ کافی عرصہ سے بعض عوارض میں مبتلا تھے لیکن تعلیم وتدریس کی ذمہ داریاں تسلسل کے ساتھ پوری کر رہے تھے چند دن عزیز فاطمہ ہسپتال فیصل آباد میں زیر علاج رہے۔ ڈاکٹروں نے ان کی صحت یابی کے حوالہ سے کچھ مایوسی کا اظہار بھی کیا۔ پھر ان کو گھر منتقل کر دیا گیا۔ ظاہری لحاظ سے اگرچہ ان پر نقاہت کے اثرات نمایاں تھے لیکن کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا کہ یہ آفتابِ علم پوری آب وتاب سے ضو افشانی کر کے، اپنے علم کی کرنیں بکھیر کر اور تعلیم وتربیت سے اپنے شاگردوں کے دل ودماغ منور ومعطر کر کے اتنی جلدی غروب ہو جائے گا۔

بہر حال ہر انسان کی موت کا وقت مقرر ومتعین ہے تو ہمارے شیخ محترم اس طے شدہ وقت کے مطابق اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف روانہ ہو گئے۔ اللھم اغفرله وارحمه وارفع درجته فی المھدیین .

شیخ محترم نے اوڈاں والا سے علوم اسلامیہ کا مکمل نصاب پڑھا اور مزید علمی پیاس بجھانے کے لیے اپنے ہم درس مولانا عبدالمجید پردیسی کی معیت میں محدث العصر استاذ الاساتذہ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو ان دنوں جامعہ اسلامیہ گوجرانوالا میں شیخ الحدیث کی مسند کی زینت تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

ہوا یوں کہ امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ رحمة واسعةً نے مدرسہ تعلیم الاسلام، جو انہوں نے ۱۹۳۲ء میں چک نمبر ۴۹۳ اوڈاں والا میں قائم کیا تھا، کو ماموں کانجن شہر میں منتقل کرنے کا پروگرام بنایا اور ۱۹۶۸ء کے آخر تک یہ مدرسہ مکمل طور پر وہاں منتقل کر دیا گیا۔ گاؤں کے بعض بزرگوں نے گاؤں میں بھی مدرسہ قائم رکھنے کے لیے مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ کو آمادہ کیا اور مدرسہ کے انتظام وانصرام کے لیے تمام تر ذمہ داری مولانا مرحوم کو سونپ دی۔ اب ظاہر ہے کہ مدرسہ میں اساتذہ کرام کی ضرورت تھی تو مولانا نے اپنے دو ہونہار شاگردوں مولانا خلیل احمد اور مولانا عبدالمجید پردیسی کو واپس اوڈاں والا بلا کر جنوری ۱۹۶۹ء کو مسند تدریس پر بٹھا دیا ان دونوں شاگردوں نے اپنے استادِ گرامی کے ساتھ وفاداری کا حق ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے دنیاوی مفادات سے کوسوں دور رہ کر دلجمعی اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنی تمام تر صلاحیتیں مدرسہ جاری وساری رکھنے اور اس کی تعمیر وترقی کے لیے وقف کیے رکھیں۔

ان شیخین کریمین میں سے اوّل الذکر مولانا خلیل احمد بمصداق "فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ" اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ دوسرے شیخ محترم مولانا عبدالمجید پردیسی حفظہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے صحت وتندرستی اور ایمان کی سلامتی والی لمبی زندگی عنایت فرمائے تا کہ تشنگانِ علوم نبوت ان سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہو سکیں۔ شاید پردیسی صاحب کی زبانِ حال یا قال پر وہ اشعار ہوں جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی وفات پر پڑھے تھے:

كنا كند مانى جزيمة حقبة
من الدهر حتى قيل لن يتصدعا

فلما تفرقنا کانی ومالکا
من طول اجتماع لم نبت لیلة معا

''ہم ایک لمبا زمانہ جذیمہ کے دو ساتھیوں کی طرح اکٹھے رہے حتی کہ کہا گیا یہ دونوں ہرگز الگ نہ ہوں گے پھر جب ہماری جدائی ہوگئی تو طویل عرصہ اکٹھے رہنے کے باوجود ایسے محسوس ہوتا ہے کہ میں اور مالک (شاعر کا بھائی) نے ایک رات بھی اکٹھے نہیں گزاری۔''

مذکورہ تفصیل سے واضح ہوا کہ ہمارے شیخ ممدوح ۴۲ سال سے زیادہ عرصہ ایک ادارہ میں قال اللہ وقال الرسول کی صدا بلند کرتے رہے۔ وذالك فضل الله يو تيه من يشاء۔

تاثرات:

اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ساری خوبیوں سے نوازا تھا جن میں سے ورع وتقویٰ، سادگی، ملنساری، خیر خواہی، اور طلباء کے ساتھ شفقت ومحبت کے ساتھ پیش آنا خاص طور پر نمایاں ہیں۔

ان کے ہم درس قاری عطاء اللہ ﷾ مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد فرماتے تھے: ''مولانا خلیل احمد'' طالب علمی کے زمانے سے ہی بڑے محنتی، فضول کاموں اور باتوں سے کنارہ کش، ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی سے پیش آنے والے تھے۔''

ایک دفعہ استاذِ گرامی نے راقم الحروف اور دیگر شاگردوں کو محنت کرنے پر رغبت دلاتے ہوئے فرمایا: ''میں طالب علمی کے دور میں رات کو سردی کے موسم میں کھڑکی کھول کر بیٹھ جاتا اور بعض اوقات قمیص اتار لیتا تاکہ نیند کا غلبہ نہ ہو اور زیادہ دیر تک جاگ کر مطالعہ کیا جا سکے۔''

کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

بقدر الکد تکتسب المعالی
من طلب العلٰی سھر اللیالی

''بلندیاں اپنی کدوکاوش کے مطابق ہی حاصل کی جاتی ہے۔ جو آدمی بلندیوں کا طلبگار ہے وہ راتوں کو جاگنے (اور محنت کرنے) کا اہتمام کرے۔''

مولانا کے شاگردِ رشید اور میرے ہم کلاس مولانا عبداللطیف صاحب مدیر مکتبہ اصحاب الحدیث لاہور بیان کرتے ہیں کہ میں سبق یاد نہ ہونے اور دیگر وجوہ کی بناء پر دلبرداشتہ ہوکر مدرسہ چھوڑ کر چلا گیا۔ شیخ مکرم کو معلوم ہوا تو انہوں نے ایک ساتھی بھیج کر واپس بلایا اور مدرسہ میں پڑھائی جاری رکھنے پر اس طرح آمادہ کیا کہ ہوسکتا ہے مدرسہ چھوڑ کر آپ فرض نمازوں سے ہی غافل ہوجائیں۔ مدرسہ میں رہ کر یہ فائدہ تو ہوگا کہ آپ فرض نمازیں پڑھنے کے عادی بن جائیں گے۔ (جملہ معترضہ کے طور پر عرض ہے کہ ان طالبانِ علومِ نبوت پر بڑا افسوس ہوتا ہے جو کسی دینی مدرسے کے روحانی اور دینی تربیتی ماحول میں رہ کر بھی نمازوں کی ادائیگی میں سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔)

مولانا عبداللطیف صاحب کہتے ہیں یہ بات میرے دل میں اثر کرگئی اور میں نے پڑھائی جاری رکھی۔ انہوں نے پڑھائی جاری رکھتے ہوئے دیگر علوم کے ساتھ ساتھ علم نحو میں خصوصی مہارت حاصل کی اور فارغ ہوکر ہمارے ادارہ دارالعلوم المحمدیہ لوکو ورکشاپ لاہور سمیت کئی مدارسِ دینیہ میں علوم اسلامیہ کی تدریس کا کام کرتے رہے اور آج کل مکتبہ اصحاب الحدیث کے زیر اہتمام نایاب دینی اور علمی کتب شائع کرکے اہل علم سے داد وصول کررہے ہیں۔

ہمارے ممدوح استاذ کے ایک اور ہونہار تلمیذ مولانا محمد عظیم کشمیری نے شیخ محترم کے شفیق ورحیم ہونے کا تذکرہ کچھ ان الفاظ میں کیا:

''شیخ صاحب طلباء کے ساتھ بہت شفقت کے ساتھ پیش آتے۔ طلباء کے ذاتی اور گھریلو حالات معلوم کرکے ان کی ضروریات ترجیحی بنیادوں پر پوری کرتے۔ آپ کی گفتگو میں چاشنی اور روانی تھی بسا اوقات بدیہی انداز میں ایسا مقفع اور مسجع کلام کرتے چلے جاتے کہ عقل دنگ رہ جاتی۔''

مولانا کشمیری صاحب مزید فرماتے ہیں:

''بندہ ناچیز نے انتہائی کم عمری میں جب اپنے چچا جان

مولانا محمد عبداللہ کشمیری ﷾ (جو اس وقت دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈاں والا میں مدرس تھے) کی معیت میں مدرسہ کی دہلیز پر قدم رکھا تو سب سے زیادہ ملنسار اور شفیق جس کو پایا وہ مولانا خلیل احمد اور ان کا گھرانہ تھا۔ مجھے بعد مسافت کے سبب سال میں ایک مرتبہ ہی اپنے گھر آزاد کشمیر جانے کا اتفاق ہوتا تو انہوں نے میری ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے والدین کا پیار بھی دیا اور دوری کا احساس بھی نہ ہونے دیا۔''

طریقہ تدریس:

استاذ گرامی سے مجھے ۱۹۷۸ء تا ۱۹۸۲ء یعنی چار سال کے دوران سنن نسائی، سنن ابن ماجه، الفوز الكبير، نزهة النظر، نور الانوار، الفيه ابن مالك اور دیگر کتب پڑھنے کا موقع ملا۔ ان کو سبق پر پورا استحضار ہوتا، جس سے اندازہ ہوتا کہ شیخ محترم ذہین وفطین بھی ہیں اور پوری ذمہ داری سے سبق کی تیاری کرکے آتے ہیں۔ مشکل سبق کو دھرا دیتے۔ طالب علم کے سوال کرنے سے برا نہ مناتے بلکہ خوش ہوتے اور اسے اچھی طرح مطمئن کرتے۔ پڑھی جانے والی کتاب کی شروحات کا صرف تعارف ہی نہ کراتے بلکہ ان سے خود استفادہ کرتے اور پڑھاتے ہوئے ان کا حوالہ دیتے۔ اس طرح طالب علم کو خود شرح اور حاشیہ پڑھنے کی تحریک ہوتی۔ بسا اوقات سبق کے متعلق یا عمومی طور پر مفید کتاب کلاس میں لا کر دکھاتے اور اس کی اہمیت واضح کرتے۔

قرآنِ مجید کے ساتھ لگاؤ:

قرآنِ مجید کے ساتھ ان کا بڑا گہرا تعلق تھا۔ حافظ قرآن نہ ہونے کے باوجود آیاتِ قرآنیہ برمحل پڑھنا اور ان سے اخذ واستنباط کرنا ان کے لیے بڑا آسان تھا۔

شاہ ولی اللہ کی ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' خصوصی ذوق وشوق سے پڑھاتے۔ شاہ صاحب ؒ نے کتاب میں جگہ جگہ قرآنی آیات وواقعات کی طرف اشارے کیے ہیں۔ ان کو مفصل انداز میں بیان کرتے۔

مجھے یاد ہے آج سے کافی سال پہلے جب میں نے مدرسہ تدریس القرآن والحدیث للبنات وسن پورہ لاہور میں رمضان المبارک کی چھٹیوں میں قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر پڑھانے کا پروگرام بنایا تو ان سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے خط لکھا تو انہوں نے شفقت سے بھرپور دلچسپی کے ساتھ مجھے ایک مفصل خط لکھا اور تفسیری نکات پیش کیے۔

عربی زبان کے ساتھ دلچسپی:

ہمارے دینی مدارس میں سالہا سال تک عربی کتب پڑھنے اور پڑھانے کے باوجود عربی کے ساتھ مناسبت اور روانی کے ساتھ عربی زبان میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرنے کی لیاقت بہت کم افراد میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عملی طور پر عربی بولنے کی کوشش بہت کم کی جاتی ہے ہمارے استاذِ گرامی اس لحاظ سے بھی قابل تقلید تھے کہ روانی کے ساتھ عربی زبان بول لیتے تھے۔ بعض دفعہ سنن نسائی پڑھانے کے لیے تشریف لاتے اور فرماتے کہ آج سبق عربی زبان میں ہوگا اور واقعتاً اس پر عمل ہوتا اور سوال وجواب بھی عربی میں ہی ہوتے اور یہ انداز مسلسل کئی کئی دن جاری رہتا۔

آج سے دو سال قبل میں نے سند ''اجازۃ روایۃ الحدیث'' چھپوائی اور دارالعلوم المحمدیہ لاہور کے فارغ التحصیل علمائے کرام کو اسناد تقسیم کرنے کے لیے پروگرام ترتیب دیا۔ اس میں میں نے اپنے اساتذہ کرام کو خصوصی طور پر مدعو کیا۔ خطابات کے لیے مختلف عناوین تجویز کیے۔

شیخ ممدوح کو ''شروط رواية الحديث'' عنوان دیا۔ شیخ صاحب اپنی بیماری اور نقاہت کے باوجود تشریف لائے اور اسی عنوان پر عربی میں ایک مضمون تحریر کرکے ساتھ لائے اور وہی حاضرین مجلس کو پڑھ کر سنایا۔ جزاه الله خيرا

مدارسِ دینیہ کے معلّمین اور مدرسین کو عربی زبان بولنے اور طلباء کو اس کے لیے تیار کرنے کی طرف توجہ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اللہ

تعالیٰ توفیق نصیب فرمائے۔

ان کا شوقِ حدیث:

استاذِ گرامی کا احادیث رسول ﷺ کے ساتھ بہت زیادہ لگاؤ تھا بلکہ یوں کہیں کہ حدیث ان کا من پسند مضمون تھا۔

سنن نسائی کی تدریس کے لیے والہانہ محبت کے ساتھ تیار ہو کر آتے اور ایک ایک حدیث پر سیر حاصل بحث کرتے۔ سنن نسائی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں امام احمد بن شعیب نسائی رحمہ اللہ نے احادیث درج کرتے ہوئے رواۃ حدیث کا باہمی اختلاف کافی نمایاں کر کے بیان کیا ہے اور ایسی مخالفات کا سنن نسائی میں جگہ جگہ تذکرہ آتا ہے۔ ان مخالفات کو سمجھنا اور ان کا حل پیش کرنا ایک ماہر فن کا کام ہے۔

شیخ محترم رحمہ اللہ پوری توجہ کے ساتھ ان مخالفات کو سمجھانے کی کوشش فرماتے۔ اختلافی مسائل کے بارے میں کافی لمبی تقریر فرماتے۔ بعض اوقات ایک ایک مسئلہ پر محدثانہ انداز میں بحث کرتے ہوئے کئی کئی دن صرف ہو جاتے۔ افسوس ہے ان کی اس طرح کی پر مغز تقاریر محفوظ نہ کی جا سکیں۔

حدیث پڑھانے کے لیے اصل اوقاتِ تدریس کے علاوہ بھی وقت دیتے۔ ان کے کئی شاگرد علمائے کرام نے بتایا کہ ہم ان سے "صحیح ابن خزیمه" صبح کی نماز سے پہلے باقاعدہ طور پڑھتے رہے۔ اس طرح وہ حدیث کی تدریس کے لیے نرم وگرم بستر اور نیند کی قربانی بڑی خوشی کے ساتھ دیتے۔ میں نے بھی ان سے سنن ابن ماجہ عصر کی نماز کے بعد زائد وقت میں ہی پڑھی۔

احادیث کے ساتھ ان کے خاص شغف کی وجہ سے ہی، احادیث کا ایک ذخیرہ انہیں متحضر تھا۔ استادِ محترم حافظ محمد امین حفظہ اللہ شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈاں والا جو ہمارے ممدوح شیخ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو علمی ذوق، ذہانت وفطانت کا وافر حصہ اور کبار اساتذہ حدیث اور ماہرین فن سے استفادہ کرنے کا موقعہ فراہم کیا اور اس پر مستزاد یہ کہ تدریسی زندگی کے تقریباً آغاز یعنی ۱۹۸۱ء سے اپنے والد محترم اور استاذ مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کی مسند حدیث کو زینت بخشے ہوئے ہیں۔

حافظ صاحب بیان کرتے ہیں کہ بسا اوقات کسی حدیث کا حوالہ ذہن میں حاضر نہ ہوتا تو مولانا خلیل احمد صاحب سے تذکرہ ہوتا تو وہ جلد ہی حدیث کا حوالہ تلاش کر کے بتا دیتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت کردہ صلاحیتوں اور ان کے اساتذہ کرام کی محنت اور دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ میرے خیال میں ان کی تعلیم وتربیت اور دینی وتدریسی خدمات میں اللہ کے خاص فضل وکرم کے بعد ان کے (اور میرے بھی) شیخ اور مربی شیخ الحدیث مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ کی تربیت کا کافی عمل دخل ہے۔

اعلیٰ سیرت وکردار کا نمونہ:

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں اپنے اور اپنے اساتذہ کے شیخ مولانا محمد یعقوب رحمہ اللہ کی سیرت وکردار کے بارے مختصر انداز میں چند باتیں قارئین کے سامنے رکھتا ہوں جو علماء اور اساتذہ کے لیے یقیناً مفید اور کردار سازی کا کام دیں گی۔

۱: وہ کم گو اور انتہائی محنتی تھے۔ طالب علمی کے دور میں رمضان کی چھٹیوں میں مجھے اوڈاں والا رہنے کا اتفاق تو نہیں ہوا لیکن واقف کار بتاتے تھے کہ رمضان اور خصوصی طور پر آخری عشرہ میں سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر ومناجات میں بہت محنت کرتے اور "شد مئزرہ" کی عملی تصویر ہوتے۔ ان کی محنت کو دیکھ کر اگر کوئی خیر خواہ کہتا کہ آرام کر لیں تو فرماتے میاں (یہ ان کا تکیہ کلام تھا) اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو قبر میں آرام ہی کرنا ہے۔

۲: صفائی ستھرائی کا خیال رکھتے۔ لباس بالکل سادہ لیکن صاف ستھرا زیب تن کرتے۔ ہمیں احساس ہوتا کہ کئی کپڑے کافی عرصہ تک استعمال ہوتے رہتے۔ جب تک وہ پھٹتے نہ، ان کی جان نہ چھوٹتی۔ بعض دفعہ مدرسہ کے اقامتی کمروں میں تشریف لاتے اور

صحن کی صفائی ہونے والی ہوتی تو جھاڑو لے کر خود جھاڑو دینا شروع کردیتے۔ طلباء ندامت وشرمندگی میں ڈوبے ہوئے بھاگے بھاگے آتے اور ان سے جھاڑو پکڑنے کی کوشش کرتے تو وہ اپنا کام جاری رکھتے۔ جب اصرار زیادہ ہوتا تو فرماتے! ''میاں آپ کوئی اور جھاڑو پکڑ لیں۔''

۳: بلاوجہ یا معمولی سبب سے چھٹی کرنے کا تصور ان کے ہاں بالکل نہیں تھا۔ اسباق کا ناغہ نہ ہونے کے برابر ہوتا۔ اگر کسی ضرورت کے لیے جانے کی مجبوری ہوتی تو کچھ اسباق صبح کی نماز کے فوراً بعد پڑھا دیتے۔ طلباء کا خواہ مخواہ چھٹی کرنا بھی ان کو گوارا نہ تھا۔ بعض دفعہ طلباء کی طرف سے رخصت لینے کے لیے اصرار پر فرماتے؛ گھر کو طلاق دے دو۔

۴: عمومی دعا اور جنازے کی دعائیں بڑے پرسوز انداز میں کرتے۔ لوگ خواہش اور کئی وصیت کرتے کہ ان کی نماز جنازہ مولانا صاحب پڑھائیں۔

۵: مشاہرہ کے اضافہ کا مطالبہ تو درکنار، بعض دفعہ فرماتے مجھے اضافہ کی ضرورت نہیں اور دیگر اساتذہ کے وظائف بڑھا دیتے۔

۶: اسراف نام کی کوئی چیز ان کے ہاں نہیں تھی۔ حتی کہ وضو کرتے ہوئے بھی پانی بہت کم استعمال کرتے۔ ٹوٹی سے چلو میں پانی لے کر ٹوٹی بند کردیتے اور اس طرح بار بار ٹوٹی کھولتے اور بند کرتے۔ ٹوٹی مسلسل کھلی نہ رکھتے۔ حدیث پر عمل کرتے ہوئے ایک گلاس پانی کے ساتھ وضو کرکے انہوں نے ہمیں دکھایا۔ میں نے پانی استعمال کرنے میں اتنا احتیاط کرتے ہوئے کسی اور کو نہیں دیکھا۔

۷: بہت زیادہ خود دار تھے۔ کسی سے سوال کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر گاؤں والوں میں سے کوئی کھیتوں میں گنے وغیرہ کے لیے آنے کی درخواست کرتا تو معذرت کرتے۔ بچوں کو بھیجنے کے بھی روادار نہ تھے۔ لوگ کوئی چیز دے کر محبت وعقیدت کا اظہار کرنا چاہتے تو گھر پہنچا دیتے۔ اسی طرح کی صورت حال کے بارے علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے:

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

۸: بہت زیادہ امانت دار تھے۔ مدرسہ کی آمدن اور خرچ کا پورا پورا حساب رکھتے۔ کوئی امانت پکڑاتا تو ہو بہو اسی شکل میں اس کو واپس کرتے۔ کاغذوں کے نوٹوں وغیرہ میں کوئی تبدیلی کرنا بھی ان کو گوارا نہ تھا۔

۹: مسجد کی چھت کا کچھ حصہ ناقص ہوگیا، اس کے لیے ریت کی ضرورت تھی تو طلباء کے ساتھ گئے اور نہر سے ریت نکالنے کے لیے خود بھی بالٹے اٹھاتے رہے۔ لینٹر ڈالتے وقت بھی ان کو گاؤں کے عام لوگوں اور طلباء کے ساتھ کام کرتے دیکھا گیا۔ اس طرح انہوں نے مسجد کی تعمیر میں عملاً حصہ لے کر سنت نبوی کو زندہ کیا۔

مولانا ملہوی ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے مولانا نے درسِ نظامی کے مروّجہ نصاب کے مطابق حصول علم کا آغاز مدرسہ اوڈاں والا میں کیا اور بعض انتہائی کتب گوجراں والا میں آکر حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ سے پڑھیں اور ۱۹۴۶ء سے اوڈاں والا مدرسہ میں اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۵۸ء سے اوڈاں والا کی جامع مسجد کی امامت وخطابت بھی ان کے سپرد کر دی گئی۔ فجر کی نماز کے بعد گاؤں کے بچوں کو ناظرہ قرآنِ مجید بھی خود پڑھاتے، حتی کہ ۱۹۶۹ء میں مدرسہ کے شیخ الحدیث بن جانے کے بعد بھی یہ ذمہ داری پوری تن دہی کے ساتھ ادا کرتے رہے۔ اور ان کی زندگی کے آخری دور تک ان کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہ ان کے انکسار، تواضع اور اخلاص کی علامت ہے مولانا مرحوم نے مختصر علالت کے بعد نومبر ۱۹۸۱ء میں راقم الحروف کو ان سے جامع البیان، ابوداؤد، جامع الترمذی، مختصر المعانی مطول اور دیگر کتب پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔

درج ذیل علمائے عظام بھی شیخ ممدوح کے اساتذہ میں شامل ہیں:

۱: مولانا عبدالصمد رؤف رحمہ اللہ نائب شیخ الحدیث تقویۃ الاسلام اوڈاں والا جوتقریباً ساٹھ (۶۰) سال دینی اور تدریسی خدمات سرانجام دے کر اسّی (۸۰) سال کی عمر میں ۲۷ نومبر ۲۰۰۵ء کو فوت ہوئے۔ عربی زبان وادب کے ساتھ خصوصی لگاؤ کی وجہ سے شیخ الادب کے نام سے مشہور تھے۔

انتہائی سادہ مزاج لیکن معلومات عامہ پر وسیع نظر رکھنے والے تھے۔ اخبارات کا مطالعہ خاص دلچسپی کے ساتھ کرتے۔ مجھے بھی ان سے صحیح مسلم، تاریخ الادب العربی، محاضرات، الکامل للمبرد، محیط الدائرہ اور دیوانِ متنبّی پڑھنے کا موقع میسر آیا۔

۲: مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی حفظہ اللہ شیخ الحدیث مدرسہ دارالحدیث اوکاڑہ اور سرپرست مرکزی جمعیت اہل حدیث صوبہ پنجاب۔ ۱۹۴۸ء میں اوڈاں والا مدرسہ میں داخل ہوئے۔ بچپن میں والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ صرف اللہ کے سہارے پر حصول علم کی منزلیں طے کر کے ۱۹۵۴ء میں اوڈاں والا مدرسے کے بانی صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی زیر شفقت اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ جب یہ مدرسہ ماموں کانجن منتقل ہوا تو صوفی صاحب کے ساتھ ماموں کانجن چلے آئے۔ بعض وجوہ کی بناء پر ۱۹۸۰ء میں ساہیوال چلے گئے۔ جامعہ عزیزیہ میں ایک سال تدریس کی۔ پھر مدرسہ دارالحدیث اوکاڑہ میں شیخ الحدیث کی مسند ذی شان پر فائز ہوئے اور اب تک وہیں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

بہترین مقرر اور خطیب ہیں۔ ابتداء میں جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے رہے۔ بعد میں ساہیوال شہر میں خطابت کے لیے تعینات ہوئے۔ اور اب تک وہیں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ شہر میں دیگر دینی اور رفاہی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ ہر دلعزیز اور ملنسار شخصیت کے مالک ہیں۔ عرصہ دراز سے بعض عوارض میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت وتندرستی سے نوازے، آمین۔

۳: مولانا عبدالرشید اٹاروی شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن۔ انہوں نے بھی صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے زیر سایہ تعلیم حاصل کی اور وہیں ۱۹۶۰ء میں مدرس مقرر ہوئے۔ صوفی صاحب کے ماموں کانجن آنے پر وہ بھی ساتھ آگئے اور اب تک یعنی پچاس سال سے زائد عرصہ سے جامعہ تعلیم الاسلام میں ہی تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ سلف کا نمونہ اور تعلیم وتربیت ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

مولانا مرحوم کے ہم درس:

۱: مولانا رفیع الدین فردوسی جو جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں مدرس تھے۔ پھر جامعہ اشاعت الاسلام چک نمبر ۱۴۹ EB نزد عارف والا میں شیخ الحدیث کی حیثیت میں خدمات انجام دیتے رہے۔ میرے مربی اساتذہ میں ان کا نام کافی نمایاں ہے۔ چند سال پہلے فوت ہوئے۔

۲: مولانا عبدالحفیظ مرحوم جو مدرسہ اوڈاں والا میں مدرس تھے چند سال پہلے فوت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ دونوں بزرگوں کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔

۳: مولانا عبدالغفور حفظہ اللہ مدرس مدرسہ اوڈاں والا

۴: قاری عبدالحکیم بنگالی حفظہ اللہ سالہا سال تک مدرسہ اوڈاں والا کے شعبہ تحفیظ القرآن کے انچارج رہے آج کل طب کے پیشے کے ساتھ منسلک ہیں۔

پس ماندگان:

مولانا مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ تین بیٹے اور سات بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ ان کے بڑے بیٹے مولانا عطاء الرحمٰن حفظہ اللہ ماشاء اللہ عالم دین ہیں اور تقریباً سات سال سے مدرسہ تعلیم القرآن سمندری میں مدرس ہیں۔ اسی دوران ایک سال جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں بھی تدریس کے فرائض سرانجام دے چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مولانا کا صحیح جانشین بنائے اور خدمت دین کی نعمت سے

سرفراز فرمائے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کے لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے اور ان کا حامی وناصر ہو۔

شیخ محترم کے ہزاروں تلامذہ ان سے کسب فیض کر کے ملک کے طول وعرض میں پھیل کر دین متین کی خدمت میں مصروف ہیں جو ان شاء اللہ ان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات قبول فرمائے، ان کے درجات بلند کرے، بشری لغزشوں سے درگزر فرما کر ان کو جنت الفردوس کا وارث بنائے۔

اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے، اپنے دین حنیف کا خادم بنائے اور تادم واپسیں خادم بنا کر رکھے۔

مذکورہ سطور میں عجلت کے ساتھ مولانا مرحوم کی سیرت وکردار کے کچھ پہلو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ حق ادا نہیں ہوا۔ ان کے ساتھیوں، خصوصاً استاذی المکرّم مولانا عبدالمجید پردیسی، ان کے محبین شاگردوں اور ان کے بیٹے مولانا عطاء الرحمٰن صاحب سے گزارش ہے کہ شیخ محترم کی شخصیت وکردار کے حوالے سے مفصل مضامین قلم بند کریں تا کہ وہ نوجوانوں کی رہنمائی کا ذریعہ بنیں اور بمصداق ﴿انتم شهداء الله في الارض﴾ اللہ تعالیٰ کے ہاں گواہی ہوجائے۔



دعائے مغفرت

ماسٹر محمد اویس (راجووال ضلع اوکاڑا) ۲۷ فروری ۲۰۱۱ء بروز اتوار وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ...... مرحوم راجووال کی جماعت اہل حدیث کے فعال کارکن تھے۔ خوش اخلاق اور ملنسار تھے۔ ان کی نماز جنازہ حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے پڑھائی۔ دوست احباب کثیر تعداد میں جنازے میں شریک ہوئے۔ احباب سے مغفرت کی دعا کی درخواست ہے۔

((مولانا) عنایت اللہ امین دارالحدیث راجووال)



اعتذار

ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے 07/63 شمارے میں توفیق الباری کے عنوان سے شائع ہونے والے درس حدیث میں حدیث 877 کے ایک حصے کا ترجمہ یوں شائع ہوا ہے جو درست نہ تھا:

''حضرت بلالؓ آپ کے پیچھے چل رہے تھے۔ وہ آپ کے پہلو میں چلنا بے ادبی سمجھتے تھے۔ آپؐ چلتے چلتے ایک قبر کے پاس سے گزرے، آپ وہاں کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ بلالؓ بھی وہاں آ پہنچے۔''

درست ترجمہ اس طرح ہے: حضرت بلال ان کے پہلو میں چل رہے تھے۔ آپ ایک قبر پر پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے تا کہ بلالؓ آ جائیں (جو قدرے پیچھے رہ گئے تھے۔) قارئین سے التماس ہے کہ وہ اس کی تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

اہل حدیث باپردہ تعلیم یافتہ بچیاں

۱: مغل فیملی کی بچیاں 20 تا 30 سال

۲: ارائیں فیملی کی بچیاں

۳: ملک (ککے زئی) بچی ڈیفنس

ڈاکٹر (پی ایچ ڈی)، (ایم ایس سی)، (MBA)، (لیکچرار)

بچے اور بچیوں کے بے شمار رستے

مکمل آ گاہی۔ درست کوائف

آپ کا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے۔

ملک فخر (ادارہ بندھن اخلاص کے ساتھ)

0300-4466705 - 0321-7290929

اطاعت رسول

رسول اللہؐ کی طاعت ہی بنیادِ شریعت ہے   رسول اللہؐ کی سنت ہی مقصودِ طریقت ہے
قسم اللہ کی اُس میں نہیں ہے ذرّہ بھر ایماں   مسلماں ہو کے بھی حکم نبیؐ سے جس کو نفرت ہے
فرامین رسول اللہؐ کو تسلیم کرلینا   یہی منشائے ایماں ہے یہی اصل شریعت ہے
ہے ناممکن کہ وہ انسان دوزخ میں چلا جائے   بجان ودل جسے مرغوب، پیغمبرؐ کی سنت ہے
کتاب اللہ اور سنت! یہ دو بنیاد ایماں ہیں   کلامِ حق تعالیٰ مخزن رشد و نصیحت ہے
حدیثوں کا جو منکر ہے وہ منکر ہے رسالت کا   حقیقت ہے کہ خود قرآن کی تفسیر سنت ہے
نہ لو قول ائمہ گر حدیثوں سے ہو متصادم   امامانِ شریعت کی یہی ہم کو وصیت ہے
اگر موسیٰؑ کلیم اللہ بھی دنیا میں آجائیں   تو خود کہہ دیں اب آئینِ کلیمی بے حقیقت ہے
ہوا بابِ رسالت بند حضرت مصطفیٰ آئے   ہو جب خورشید روشن بزمِ انجم بے ضرورت ہے
مسلماں کے لیے تسکین دل ہے حب مصطفویؐ   مسلماں کے لیے تسکین دل، گلزارِ سنت ہے
بناؤ سنتِ خیر البشرؐ کو رہ نما اپنا   اگر تم کو رسول اللہؐ سے سچی محبت ہے

بجان و دل مطیع احمدؐ دلدار گر ہو تم
تمہاری نعت گوئی رازؔ دستاویز جنت ہے

(مولانا محمد داؤد رازؒ)